

# امام احمد رضا صاحب دہلوی تحریکِ ملکِ ہندوستان

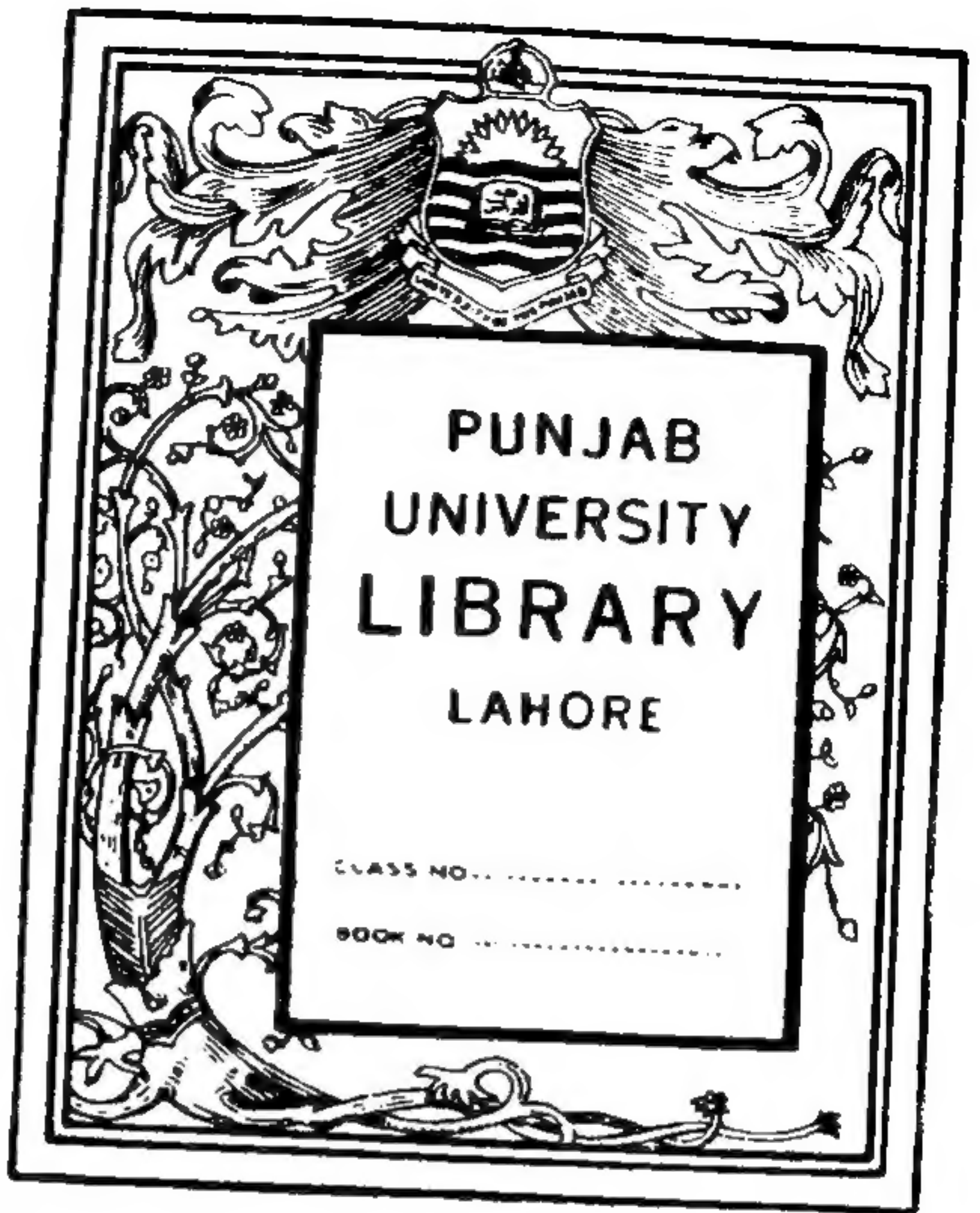
سید صابر حسین شاہ بخاری قادری



3835

رضا اکیڈمی  
رجسٹرڈ لائبریری  
پاکستان





I-130—P.U. Press—32,000—7-6-93

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

اور

تحریک پاکستان

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

رضا اکیڈمی مسجد رضا، محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور

..... امام احمد رضا محدث بریلوی

..... اور تحریک پاکستان

تحریر

..... سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

..... ایم یو کمپوزنگ سینٹر ہجوری

..... مارکیٹ ۱۱۵ میکلوڈ روڈ لاہور۔

صفحات

.....

تعداد

..... گیارہ سو

اشاعت

..... صفر المظفر ۱۴۱۷ھ / جون ۱۹۹۶

ناشر

..... رضا اکیڈمی لاہور۔

ہدیہ

..... دعائے خیر برائے معاونین

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات دس روپے کے ٹکٹ ارسال کریں

☆ ..... طے کا پتہ ..... ☆

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) مسجد رضا، محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور پاکستان

## کیا یہ ممکن ہے؟

383

”رضا اکیڈمی لاہور پاکستان“ جن اعلیٰ و ارفع مقاصد کے پیش نظر قائم ہوئی جو اہل عمل اور صاحبان بصیرت سے قطعاً پوشیدہ نہیں علماء اہل سنت خصوصاً امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی قلمی علمی، تحقیقی خدمات گرانہ کو عمدہ انداز میں شائع کر کے شائقین و معتقدین کے ہاتھوں مفت پہنچانا ہے بلاشبہ اس سلسلہ میں رضا اکیڈمی کو عظیم ترین کامیابی نصیب ہے اہل قلم کی نظریں اب اس پر لگی ہوئی ہیں اس دور میں ہمارے جدید و قدیم قلمکار اپنی تحریری کاوشوں کو اشاعت کا لباس پہنانے کے لئے رضا اکیڈمی کی طرف تیزی سے رجوع کر رہے ہیں۔ اکیڈمی کے ارباب حل و عقد نے فیصلہ کیا ہے کہ ان تمام مصنفین کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جائے جن کا قلم پختہ اور معیاری ہے، تصانیف اور مقالات موثر ہیں مسلک حق کی ترجمانی سلیقہ سے کرتے ہیں ہمیں اس سے بھی کوئی سروکار نہیں کہ وہ کس بزم، مجلس یا تنظیم سے وابستہ ہیں، اگر صحیح العقیدہ سنی ہے تو رضا اکیڈمی اس کے لئے دیدہ دل فرش راہ کرے گی؟ آئیے اتفاق و اتحاد کو اپنائیے یہ کوئی مشکل بات نہیں اب آپ فیصلہ فرمائیے کیا یہ ممکن ہے؟

زیر نظر مقالہ پر نازش لوح و قلم مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد منظری کی تقدیم کے بعد کچھ لکھنا مناسب نہیں، تاہم مکرم جناب سید صابر حسین شاہ صاحب زید مجدد کے لئے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے مزید عمدہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے امین۔

فقط

محمد مقبول احمد قادری ضیائی

۱۲ اپریل ۱۹۹۶ء جمعۃ المبارک

رضا اکیڈمی لاہور پاکستان

۱۵/۸/۹۶



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## انتساب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے ان تمام خلفاء و تلامذہ اور عقیدت کیش علماء و مشائخ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نام..... جنہوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے یہ تاریخی اور حقیقی فیصلہ شائع کر کے تحریک پاکستان کی منزل کو آسان بنا دیا اور اعلان فرمایا :

”اگر بالفرض مسٹر جناح (قائد اعظم) مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو بھی جائیں تو بھی سنی کانفرنس اس میں ان کی موافقت نہیں کرے گی اور اپنا مطالبہ پاکستان ضرور حاصل کرے گی، مسلمانوں کا یہ حق مل کر رہے گا۔“

صابر حسین شاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم صلی رسولہ الکریم

## تقدیم

مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد  
ایم، اے، پی، ایچ، ڈی (گولڈ میڈلسٹ)

”رحمت حق بہانہ می جوید“ ..... ۱۹۷۰ء میں رکیں احمد جعفری کی کتاب ”اوراق گم کشتہ“ (مطبوعہ لاہور ۱۹۲۸ء) میں ہندوؤں سے موالات اور انگریزوں سے ترک موالات کے موضوع پر امام احمد رضا کا ایک مفصل و مدلل فتویٰ نظر سے گزرا جس سے مجھے پہلی بار امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت اور تدبیر کا اندازہ ہوا۔ یہی فتویٰ امام احمد رضا پر فقیر کے پہلے مقالے ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء) کی بنیاد بنا..... اس مقالے کے چھ سات ایڈیشن شائع ہوئے..... مورخین، سیاستدان اور قلمکار اس طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ پاکستان کے مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی انگریزی کتاب ”علماء سیاسیات میں“ (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء) میں ترک موالات کے حوالے سے امام احمد رضا کے دو قومی نظریہ کا ذکر کیا.....

فقیر کے مقالے ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ کے بعد مولانا محمد جلال الدین قادری کی نہایت ہی اہم تالیف ”خطبات آل انڈیا

سنی کانفرنس ” (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء) سامنے آئی۔ اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے..... اس کتاب کے بعد فقیر کی تالیف ” تحریک آزادی ہند اور سواد اعظم ” (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء) شائع ہوئی۔ پھر فقیر کی ایک اور تالیف ” گناہ بے گناہی ” (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء) شائع ہوئی۔ اس کے انگریزی اور اردو ایڈیشن پاکستان، ہندوستان اور افریقہ سے شائع ہو چکے ہیں..... فقیر نے ایک اور کتاب ” حیات مولانا احمد رضا بریلوی ” (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء) میں امام احمد رضا کے سیاسی افکار و نظریات پر ایک مفصل باب باندھا ہے..... مسئلہ خلافت پر امام احمد رضا کی ایک اہم کتاب ” دوام العیش فی ائمتہ من قریش ” (۱۹۲۰ء) پر فقیر نے ایک مفصل مقدمہ لکھا جو شروع میں اس کتاب کے ساتھ لاہور سے شائع ہوا.....

مندرجہ بالا مقالات اور کتابوں کی اشاعت کے بعد امام احمد رضا کا ذکر بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا اور آپ کی سیاسی بصیرت پر مختلف فضلاء نے اظہار خیال فرمایا چنانچہ جامع ملیہ یونیورسٹی، نئی دہلی کے پروفیسر ڈاکٹر جمال الدین نے ترک موالات کے حوالے سے امام احمد رضا پر ایک وقیع مقالہ قلمبند فرمایا، اس طرح ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی کے پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے ابوالکلام آزاد اور امام احمد رضا کے حوالے سے سیاسیات پر ایک مقالہ قلم بند فرمایا، یہ دونوں مقالات ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے ۱۹۹۱ء میں شائع کر دیئے ہیں..... کولمبیا یونیورسٹی، امریکہ سے امام احمد رضا اور اہلسنت و جماعت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے



والی ہندوستانی خاتون ڈاکٹر اوشا سانیاں نے اپنے انگریزی مقالے میں امام احمد رضا کے سیاسی افکار و نظریات پر بحث کی ہے۔ یہ مقالہ ۱۹۹۷ء تک آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی سے مل سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... پروفیسر محمد اسحاق مدنی، کراچی یونیورسٹی سے فقیر کی نگرانی میں پی، ایچ، ڈی کر رہے ہیں۔ وہ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر بحث کریں گے.....

الغرض ان تحقیقی مقالات اور بہت سے دوسرے مقالات اور کتابوں نے امام احمد رضا کے سیاسی نظریات، ان کے صاحبزادگان، خلفاء اور متبعین کے سیاسی کردار کو خوب واضح کر دیا ہے اور آج ہر دانشور اور مدیر امام احمد رضا کے تدبیر، تحریک پاکستان میں ان کی نظری مساعی اور ان کے خلفاء و تلامذہ کی عملی مساعی کا قائل نظر آتا ہے.....

فاضل مقالہ نگار مولانا سید صابر حسین شاہ صاحب امام احمد رضا پر لکھنے والے جوان قلم کاروں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ موصوف میں کام کی لگن ہے جو ان کو ہمہ وقت اس قسم کے علمی کاموں میں مصروف رکھتی ہے..... دس ماہ قبل جولائی ۱۹۹۳ء میں موصوف نے تقدیم کے لئے یہ مقالہ فقیر کو ارسال فرمایا..... عدیم الفرستی کی وجہ سے فقیر اس طرف متوجہ نہ ہو سکا آخر ان کے پے درپے تقاضوں نے اس طرف متوجہ کیا اور فقیر نے یہ تقدیم قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی.....

سید صابر حسین شاہ عرصہ دراز سے امام احمد رضا پر لکھ رہے ہیں، ان کے متعدد مقالات شائع ہو چکے ہیں، انہوں نے مورخ نہ ہوتے

ہوئے بھی ایسا مقالہ قلبند کر دیا ہے جس سے مورخ اور سیاستدان استفادہ کر سکیں گے۔ اس مقالے میں بکثرت مستند حوالے ہیں اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ سید صاحب کے بیانات اور نتائج قابل اعتبار ہیں۔ ماخذ مراجع کی فہرست بھی کافی طویل ہے جس سے ان کی وسعت مطالعہ کا اندازہ ہو سکتا ہے..... تحقیق و ریسرچ میں علم سے زیادہ لگن کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر علم کے دروازے خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں اور اندھیروں میں اجالا ہوتا چلا جاتا ہے.....

سید صابر حسین شاہ صاحب نے اس مقالے میں ان ذیلی موضوعات پر بحث فرمائی ہے..... امام احمد رضا کے حالات زندگی..... انگریزوں کے مظالم..... امام احمد رضا کی انگریزوں سے نفرت..... ہندوؤں کے عزائم..... مسلمانوں کی بے راہ روی..... تحریک خلافت اور تحریک موالات میں امام احمد رضا کا کردار..... ہندو مسلم اتحاد کے خلاف ہمہ گیر تحریک..... آل انڈیا سنی کانفرنس کا تاریخ ساز کردار..... ایکشن میں مسلم لیگ کی تائید..... قرارداد پاکستان میں اہلسنت کا کردار..... اعلان آزادی، قیام پاکستان.....

سید صابر حسین شاہ صاحب کی یہ کاوش توجہ کی مستحق ہے۔ مولائے کریم ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین! انہوں نے امام احمد رضا کی حیات کے ایک اہم گوشے پر روشنی ڈال کر بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے اور بہت سی حقیقتوں کو آشکار کر دیا ہے..... حقیقت یہ ہے کہ ہم نے امام احمد رضا کی



معرفت کا اب تک حق ادا نہیں کیا..... ان کا تعلق ایک عظیم مجاہد خاندان سے تھا جو افغانستان سے تعلق رکھتا ہے..... ان کے جد امجد علامہ رضا خان نے جنگ آزادی میں مجاہدین کی بھرپور مدد فرمائی جس کی پاداش میں انگریز جرنیلوں نے ان کے سر کی قیمت مقرر کی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے محفوظ رکھا..... امام احمد رضا کے جسم میں یہی خون تھا.....

شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی ان کے محبوب شاعر تھے، انگریزی ظلم و استبداد کے اس دور میں انہوں نے اس شہید آزادی سے اپنی محبت کا برملا اظہار فرمایا اور دشمن سے خوف نہ کھایا..... امام احمد رضا بڑے نڈر، جری اور بے باک تھے۔ وہ حیرت انگیز سیاسی بصیرت کے مالک تھے..... آج سے ۸۰ برس پہلے انہوں نے فرمایا کہ نصاریٰ، یہود و ہندو سب مسلمانوں کے دشمن ہیں..... اس دور میں ڈاکٹر اقبال اور محمد علی جناح جیسے سیاستدان اور دیدہ ور بھی یہ بات نہ سمجھ پائے..... بعد میں یہ حقیقت سمجھ آئی تو ایک قومی نظریہ کے یہ دونوں علمبردار دو قومی نظریہ کے علمبردار ہو گئے..... امام احمد رضا عظیم عقیدہ تھے، وہ اپنے زمانے سے بہت آگے دیکھتے تھے۔ ان کے فکر کے اس اہم ترین پہلو پر کوئی فاضل جلیل ہی تحقیق کر سکتا ہے..... امام احمد رضا نے اپنے عہد کو بہت متاثر کیا اور کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا.....

تحریک آزادی ہند کی سیاسی فضا عجائبات سے پر تھی..... ایک عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ وہ لوگ جو خود کو موحد اور مسلمان کہتے

تھے ان کی ہمدردیاں کفار و مشرکین ہند کے ساتھ تھیں اور جن مسلمانوں کو یہ لوگ کافر و مشرک اور بدعتی تصور کرتے تھے وہ ہمیشہ کفار و مشرکین ہند سے الگ رہے۔۔۔۔۔ اس گروہ احرار کے سر تاج و سردار امام احمد رضا تھے۔۔۔۔۔ فطری طور پر مسلمان کو مسلمان کا خیر خواہ ہونا چاہئے اور کافر و مشرک کو کافر و مشرک کا خیر خواہ۔۔۔۔۔ مگر ہندوستان کی سرزمین پر یہ عجوبہ بھی دیکھا گیا کہ اسلام کے دعویداروں نے ہندوؤں کا ساتھ۔۔۔۔۔ جو ان سے روٹھے وہ ہمیشہ کے لئے چھوٹے بلکہ مردود مغضوب ٹھہرے۔۔۔۔۔ گویا کفار و مشرکین کی امداد و اعانت، اسلام کا نشان ٹھہری۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

امام احمد رضا نے دو قومی نظریہ کا احیاء کیا جو قیام پاکستان کی اساس ہے۔۔۔۔۔ امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ اور متبعین نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا اور مسلم لیگ کے مقابلے میں کسی نے کانگریس کا ساتھ نہ دیا۔۔۔۔۔ لیکن اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ پاکستان میں جو کچھ ہوا اور اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا اور یہ بات بھی ان کے وہم گمان میں نہ تھی جو کچھ دکھایا جا رہا ہے وہ دیکھا نہ جاسکے گا اور جو وعدے کئے جا رہے ہیں پورے نہ ہو سکیں گے۔۔۔۔۔

دو قومی نظریہ کی حفاظت میں خانقاہ رضویہ بریلی کی "جماعت رضائے مصطفیٰ" نے اہم کردار ادا کیا۔۔۔۔۔ اس جماعت کی تاریخ فاضل جلیل مولوی محمد شہاب الدین رضوی بریلی مرتب کر رہے ہیں اور اب تک ۴۰۰ صفحات قلم بند کر چکے ہیں۔۔۔۔۔ دوسری تنظیم جس نے



دو قومی نظریہ کے احیاء کے بعد سیاست میں نہایت اہم کردار ادا کیا ■  
 ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ تھی..... ۱۹۴۷ء میں اس تنظیم کے تاریخ ساز اجلاس نے تحریک پاکستان میں روح پھونکی کہ پاکستان ایک زندہ حقیقت بن کر ابھرا ہے.....

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اہلسنت و جماعت کی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے وہی کھوئی ہوئی قوت حاصل کی جائے جس نے پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے طول و عرض میں ایک ہلچل مچا دی تھی..... اب تک اہلسنت و جماعت دور جدید کے سیاست دانوں کے ہاتھ مضبوط کرتے رہیں لیکن انہوں نے مسلسل مایوس کیا اور مایوس کر رہے ہیں..... اس لئے وقت کا تقاضا ہے کہ مولائے کریم پر بھروسہ کرتے ہوئے پاکستان کے مسکینوں اور غریبوں کو موقع پرستوں کی گرفت سے نجات دلائی جائے..... دیندار طبقہ مملکت کے انتظامی امور میں شریک ہو کر اسلام کا رنگ دکھائے اور محبت و خلوص اور عدل و انصاف کی ایسی فضا قائم کرے جو ہر قسم کی گھٹن سے آزاد ہو..... اللہ تعالیٰ اس حسین انقلاب کی توفیق عطا فرمائے..... آمین

محمد مسعود احمد مظہری

۷ فروری الجمعہ ۱۴۱۴ھ ۲۹ مئی ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## نقش اول

بعض نام نہاد ”مورخین“ نے تعصب اور تنگ نظری سے ”تاریخ پاکستان“ رقم کی تو تاریخ پر گرد و غبار کے سیاہ بادل چھا گئے۔ حقائق و شواہد پامال ہو گئے۔ جنہوں نے انگریزوں کی کاسہ لیلیٰ کی اور ہندو نوازی کا بین ثبوت دیا تھا، انہیں ”اکابرین پاکستان“ کا نام دیا گیا۔ جن بزرگوں نے دو قومی نظریہ پیش کیا، انگریزوں اور ہندوؤں کی ہر قدم پر شدید مخالفت کی اور تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کیا تھا تاریخ میں ان کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

تاریخ کی ان مظلوم اور کشتہ اغیار شخصیات میں دنیائے اسلام کی عظیم المثال شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا نام نامی سرفہرست ہے۔

۱۹۶۷ء میں اس ناانصافی کا ازالہ کرنے کے لئے مرکزی مجلس رضا لاہور کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے امین و خازن حامی مقبول احمد قادری ضیائی رہے اور اس دور میں مجلس رضا نے بہت ترقی کی، لیکن بعض ناگفتہ بہ صورت پیدا ہونے کے باعث موصوف کی قیادت میں رضا اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا۔ جس نے مختصر سی مدت میں ایک سو سے زیادہ کتابیں شائع کر کے بین الاقوامی سطح پر اپنا اعلیٰ مقام پیدا کیا ہے۔ آپ کی تحریک



پر اہلسنت کے قلم کاروں نے قلم اٹھایا اور تصنیف و تالیف کا میدان سنبھالا تو مطلع صاف ہونے لگا اور جھوٹ و افتراء کی تمہیں دور ہونے لگیں۔ مخالفین نے حقیقت کو قبول کرنے کی بجائے پھر یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ معاذ اللہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب (ایم پی ایچ ڈی) نے ”گناہ بے گناہی“ کے نام سے بہترین جواب دیا۔ احسان الہی اظہر وغیرہ نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ پر بے ہودہ الزامات کا انبار لگایا۔ تو علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے ”اندھیرے سے اجالے تک“ اور ”شیثے کے گھر“ البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ اور من عقائد اہل سنت نامی کتابیں لکھ کر مطلع صاف رہنے دیا۔.....

اب پھر بعض مورخین نے اپنے اپنے انداز میں تاریخ پاکستان ترتیب دی ہے، مگر انہوں نے بھی اپنی روایت کے مطابق اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ یا آپ کے خلفاء و تلامذہ کی خدمات کو یکسر نظر انداز کیا ہے۔

فقیر کا یہ مقالہ ”امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ اور تحریک پاکستان“ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ دیگر اہل قلم بھی اس طرف متوجہ ہوں تو مثبت نتائج نکلیں گے۔ فقیر ذاتی طور پر نہ تو قلمکار ہے اور نہ ہی لکھنے کا کوئی سلیقہ رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ اہل علم کی حوصلہ افزائی کا ثمر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ان کا سایہ اہلسنت پر تادیر سلامت رکھے۔

امین بجاہ سید الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وعلوہ وسلم

۴۴  
روضۃ الریحین

امام عبداللہ بن سعد مدنی رحمہ اللہ  
۶۶۸ھ / ۶۶۸ھ

بزم اولیاء  
رضی اللہ عنہم  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ :- علامہ بدیع القادری مدظلہ العالی (دہلی)

ضنا دار الاشیغت لاہور، پاکستان



# امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

## کی حیات پر ایک نظر

دنیاۓ اسلام کے بطلن جلیل، عمیق النظر، وسیع الخیل، مفکر، منج علم و عرفان، مجدد زماں، شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت الشاہ حافظ قادری مفتی محمد احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ ابن رئیس المتکلمین مولانا شاہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ ابن مولانا علامہ رضا علی خان علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۳ جون ۱۸۵۶ء کو شنبہ کے روز بریلی شریف (اتر پردیش، بھارت) میں ہوئی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا پیدائشی نام ”محمد“ رکھا گیا جب کہ جد امجد نے ”احمد رضا“ تجویز فرمایا۔ والدہ ماجدہ پیارے ”امن میاں“ اور والد ماجد اور دیگر اعزہ آپ کو ”احمد رضا“ کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا تاریخی نام ”المختار“ (۱۲۷۲ھ) ہے اور آپ نے اپنے نام سے اول میں ”عبدالمصطفیٰ“ لکھنے کا التزام فرمایا تھا۔ چنانچہ حدائق بخشش میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

فاضل بریلوی قدس سرہ کا خاندان دینی و دنیاوی دونوں لحاظ سے

معزز تھا۔ آپ بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کے دلدادہ تھے۔ عام لڑکوں کی طرح کھیل کود کی طرف دھیان نہ دیتے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت جد امجد حضرت مولانا رضا علی خان صاحب اور والد گرامی حضرت مولانا شاہ نقی علی خان صاحب قدس سرہما کی آغوش محبت میں ہوئی۔

آپ نے صرف ۴ سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کر لیا اور ۶ سال کی عمر میں عید میلہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جم غفیر کے سامنے طویل تقریر فرما کر سامعین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مروجہ علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد قدس سرہ سے کر کے سند فراغت حاصل کر لی۔ اسی دن حرمت رضاعت کے بارے میں آپ نے پہلا فتویٰ صادر فرمایا، اسی دن والد ماجد قدس سرہ نے مسند افتاء کی ذمہ داریاں آپ ہی کو سونپ دیں۔ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء سے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا اور پھر اس وقت سے مسلسل ساری زندگی دینی علمی خدمات میں بسر کر دی۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں پاک و ہند کے علاوہ عرب و عجم اور دنیا کے بیشتر ممالک سے سوالات آتے تھے، پھر لطف یہ کہ جس زبان میں استفتاء پیش کیا جاتا تھا اسی زبان میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ میں اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبان کے علاوہ منظوم فتاویٰ بھی ملتے ہیں، یہاں سے ہی آپ کی قادر الکلامی کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ آپ کو بہت سی کتابیں حفظ تھیں،

اکثر لوگ آپ کے القاب کے ساتھ ”حافظ“ بھی لکھ دیا کرتے تھے۔ اس کا آپ کو بڑا احساس ہوا کہ ان بندگان خدا جل جلالہ کا کہنا غلط نہ ہو ہمیں قرآن مجید یاد ہی کر لینا چاہیے۔ چنانچہ افتاء وغیرہ کی مشغولیت کے باوجود رمضان المبارک میں نماز مغرب سے عشاء تک یاد کرنا شروع کر دیا۔ ہر روز ایک پارہ یاد کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح صرف ایک ہی ماہ میں آپ نے مکمل قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔

امام اہلسنت قدس سرہ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد تقی علی خان قدس سرہ اور حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب الرسول بدایونی قدس سرہ کے ہمراہ خانقاہ عالیہ برکاتہ مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور قطب زماں حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے پھر روشن ضمیر مارہروی قدس سرہ نے مرید باصفا قدس سرہ کی نورانی پیشانی دیکھ کر فوراً اپنی روحانی خلافت سے بھی نوازا دیا۔

کسی نے حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ سے پوچھا، حضور آپ کے یہاں تو طویل بامشقت مجاہدات و ریاضات کے بعد خلافت دی جاتی ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کی بیعت کرتے ہی خلافت دے دی گئی۔ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا !

”اور لوگ رنگ آلود اور میلا کچلا دل لے کر آتے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے مجاہدات و ریاضات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے اور امام احمد رضا قدس سرہ صاف و شفاف قلب لے کر ہمارے پاس آئے ان کو صرف اتصال نہایت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی



حاصل ہو گئی ہے۔" پھر آپ کے مرشد گرامی نے مزید یہ بھی فرمایا، مجھے اس بات کی بڑی فکر رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرمائے گا، اے آل رسول (علیہ الرحمۃ) تو میرے لئے دنیا سے کیا لایا ہے تو میں بارگاہ الہی میں کون سی چیز پیش کروں گا، لیکن آج وہ فکر اور پریشانی میرے دل سے رفع ہو گئی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ پوچھے گا کہ اے آل رسول (علیہ الرحمۃ) تو میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں عرض کروں گا، الہی تمہارے لئے احمد رضا (علیہ الرحمۃ) لایا ہوں۔

فاضل بدایہ قدس سرہ پہلی بار ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد قدس سرہ کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے شرف ہوئے، مکہ المکرمہ سے مدینہ منورہ روانگی کے وقت ایک نعت موزوں فرمائی جس کے لفظ لفظ سے عشق و محبت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آ رہی ہے، اس نعت شریف کا مطلع ہے ۔

حاجو ! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو  
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اس سفر مقدس میں وہاں سے اکابر علماء و فضلاء مثلاً سید احمد بن دینی دحلان کی مفتی شافعیہ، شیخ عبدالرحمن سراج مفتی حنفیہ اور شیخ حسین بن صالح قدس سرہما سے حدیث، فقہ، اصول و تفسیر وغیرہ علوم کی سندات حاصل کیں۔

دوسری بار ۱۲۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لئے گئے اس موقع پر بھی ایک نعت شریف

لکھی جس کا مطلع یہ ہے ۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے  
جس پر ثمار جاں فلاح و ظفر کی ہے

اس مبارک سفر میں بخار کی حالت میں صرف آٹھ گھنٹوں میں بے  
سروسامانی کے عالم میں علم غیب کے موضوع پر ایک لاجواب کتاب ”  
الدولۃ المحمدیۃ بالمدائن الغیبیہ“ ( ۱۲۲۳ھ ) قلم برداشت لکھی وہاں کے  
علماء کے استدعا پر ایک دوسری کتاب ” کھل الفقیہ الفلہم فی احکام  
قرطاس الدواہم “ بھی تصنیف فرمائی، آپ کی جلالت علمی دیکھ کر علماء  
حجاز نے آپ کی عزت افزائی اور بڑی قدر و منزلت کی اور آپ کی  
تصانیف پر زور دار تقاریر لکھیں، بہت سے علمائے کرام نے آپ سے فقہ  
حدیث وغیرہ کی سندیں اور اجازتیں حاصل کیں۔ بعض نے آپ سے  
بیعت و خلافت کا شرف بھی حاصل کیا۔

دوسری مرتبہ جب زیارت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے  
لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجمہ  
میں درود شریف پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم ضرور عزت افزائی فرماتے ہوئے زیارت سے مشرف  
فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ  
ہے ۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں  
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

غزل کے آخر میں انتہائی انکساری اور بے کسی کا مظاہرہ فرمایا ۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا  
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل عرض کر کے باادب انتظار میں کھڑے ہو گئے، قسمت  
جاگ اٹھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے  
پچشم سر بیداری میں مشرف ہو گئے۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں  
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں  
جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ انکی آنکھیں  
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی مقدس زندگی کے کارناموں پر  
ایک نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے اس خاص  
بندے کو اپنے دین کی حمایت ہی کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ آپ کی تصانیف  
سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کے احیاء و  
تجدید پر قربان کر دی تھی۔ آپ کے دور میں برصغیر پاک و ہند میں بعض  
سیاسی و نیم سیاسی اور مذہبی تحریکات شروع ہوئیں، بعض لوگوں نے ایسی  
دل آزار کتابیں لکھیں جن میں سرکارِ مدینہ راحتِ قلب و سینہ حضور صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں سخت بے ادبی اور گستاخی کی  
گئی، آپ نے ان تحریکوں اور دل آزار کتابیں لکھنے والوں کا خوب



تعاقب فرمایا، آپ کے خلیفہ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ عرض کیا آپ بے دینوں کا رد اس شدت سے نہ کیا کریں تاکہ ہر شخص آپ کی تصنیفات کو پڑھ کر ان سے استفادہ کر سکے۔ یہ سن کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی آنکھیں پر نم ہو گئیں اور فرمایا :

”مولانا میں ان بے دینوں کا رد پوری شدت سے اس لئے کرتا ہوں کہ یہ لوگ دربار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کو بھول کر مجھے اپنی طعن و تشنیع کا نشانہ بنا لیں، مجھے اس کی پرواہ نہ ہو گی کہ وہ مجھے کیا کہتے ہیں، اتنی دیر تو میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی سے باز رہیں گے۔“

آج دنیا میں مشرکین و کفار، مرتدین اشرار، گمراہان فجار کا کوئی ایک بھی ایسا مشہور فرقہ نہیں، جس کے رد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی متعدد تصنیفات نہ ہوں، آپ قلم کے بادشاہ تھے۔ جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھایا، پھر نہ موافق کو ضرورت افزائش رہتی ہے اور نہ مخالفت کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔ آپ صاحب دل اور صاحب خبر تھے، آپ قوموں کے عروج و زوال کے اسباب سے بخوبی آگاہ تھے۔ غافل مسلمانوں کو فتنہ گروں سے یوں خبردار کرتے ہیں ۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدل کالی ہے  
سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے

جدید تحقیق کے مطابق آپ کو ۱۰۵ سے زائد علوم و فنون پر کامل دسترس تھی، ان تمام علوم و فنون پر آپ نے ایک ہزار سے زائد کتابیں بھی لکھی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں کنز الایمان فی ترجمہ القرآن، فتاویٰ رضویہ اور حدائق بخشش بہت ہی زیادہ مشہور ہوئیں ہیں۔ تاریخ اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم ہو گا جو اس قدر علوم و فنون پر کامل دسترس رکھتا ہو پھر کثیر التصانیف بھی ہو۔ موافقین و مخالفین دونوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی ملی، دینی، سیاسی، علمی و عملی خدمات کے بارے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے اور آپ کو عظیم عالم، عظیم مفسر، عظیم محدث، عظیم فقیہ، عظیم مصنف اور عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے اعظم القابات و خطابات سے یاد کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”کنز الایمان“ کے نام سے قرآن پاک کا جو شاندار ترجمہ کیا وہ اردو زبان میں سب سے بہتر ترجمہ ہے اور علمی، ادبی، اعتقادی ہر لحاظ سے اعلیٰ ہے، دیگر تمام اردو تراجم میں ایک منفرد و ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔

امام اہلسنت قدس سرہ امام شعر و ادب تھے، آپ کا نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شعری تصویر ہے اور ہر شعر سے عشق رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیاں ہے۔ آپ کی شاعری کا محور ہی حب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تعظیم اولیاء کرام قدس سرہ ہے۔ آپ نے کبھی بھی کسی دنیا دار کی قصیدہ خوانی نہ کی بلکہ ایک مرتبہ ریاست تانپارہ (ضلع بہرائچ شریف

۱۰/۵/۸۴

۴۴۷۵

۸۷۰۸۴

پوری) کے نواب کے بعض شعراء نے خوب قصیدہ خوانی کی اور آپ سے بھی بعض نے نواب صاحب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی، آپ نے ان کی فرمائش رد کر دی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نعت شریف لکھی جس کا مطلع یہ ہے ۔

۞ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں  
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

آخر میں نواب نانپارہ کا نہایت ہی لطیف انداز میں ذکر فرمایا ۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا  
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ٹاں نہیں

امام احمد رضا قدس سرہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عالم باعمل تھے۔ آپ نماز ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے تھے۔ مسواک ضرور فرماتے، نماز پڑھے اہتمام سے پورے کپڑوں کے ساتھ عمامہ شریف باندھ کر پڑھتے تھے، سخت بیماری میں بھی مسجد میں آکر جماعت سے نماز ادا فرماتے تھے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ تھوکتے، نہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے تھے اور نہ ہی بغداد شریف کی طرف پاؤں پھیلاتا پسند کرتے تھے۔ سادات کرام کا بہت ہی احترام کرتے، علماء کرام کا حد درجہ احترام کرتے اور طلباء کی بھی بڑی قدر کرتے تھے۔ نابالغ بچوں سے کام لینا ناروا جانتے تھے۔ انگریز نے اس قدر نفرت تھی کہ آپ نے تمام عمر لفافے پر ڈاک کا ٹکٹ الٹا لگایا اور فرماتے، میں نے انگریز کا سر نیچا کر دیا۔



اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی شادی جناب شیخ فضل حسین صاحب کی بیوی صاحبزادی ارشاد بیگم کے ساتھ ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء میں ہوئی۔ یہ شادی مسلمانان عالم کے لئے ایک شری نمونہ تھی۔ آپ کی ۵ صاحبزادیاں اور ۲ صاحبزادے، حجتہ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان قدس سرہ اور مولانا مصطفیٰ رضا خان (مفتی اعظم ہند) نوری علیہ الرحمۃ تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے خلفاء و تلامذہ اور عقیدت کیش علماء کی کثیر تعداد ہے۔ ان خلفاء و تلامذہ نے بھی تبلیغی، تدریسی، صحافتی، تصنیفی اور سیاسی میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے وصال باکمال سے قبل ایمان افروز وصایا شریف لکھوایا، وصال باکمال سے صرف دو گھنٹے سترہ منٹ قبل بھی مسلمانوں کو ہر قسم کے فتنوں سے یوں خبردار فرماتے ہیں :

”تم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بھکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو اور دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔“

پھر یہ عظیم البرکت شخصیت، امام عاشقان اعلیٰ حضرت محدث بریلوی  
 علیہ الرحمۃ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعۃ المبارک  
 ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ پر عین اذان جمعۃ المبارک میں ادھر ہی علی الفلاح کی  
 پکار سنی ادھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے پورا کلمہ طیبہ پڑھا، چہرہ مبارک  
 پر ایک نور چمکا جس میں حرکت تھی، اس کے غائب ہوتے ہی روح پر  
 فتوح نے داعی الی اللہ کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے  
 عرش پر دھوئیں مچیں ۱۱ مومن صالح ملا  
 یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کو وہ فاجر گیا  
 فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا  
 (اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ)

حضرت نذر علی درد کاوردی علیہ الرحمۃ نے یوں قطعہ تاریخ وصال باکمال  
 رقم کیا ۔

افسوس ہے، افسوس ہے  
 اے درد سال وصل ہے  
 بے مثل عالم اٹھ گیا  
 مقبول حق احمد رضا

اس دور کے مشہور و معروف اخبار روز نامہ پیہ لاہور نے ۳  
 نومبر ۱۹۲۱ء کو ادارہ ”آہ مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ“ لکھ

کر آپ کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا۔ آخر میں لکھا کہ :

”آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ و ہنر کے آفتاب تھے، بڑے فاضل، قہر و جید عالم، آپ کی وفات سے ہندوستان سے ایک ایسی برگزیدہ ہستی اٹھ گئی جس کی خالی جگہ پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔“



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ امر اعظم من الغس ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام، علماء و مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی مساعی جمیلہ سے پھیلا اور پھر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ محمد بن قاسم سے بہادر شاہ ظفر تک حکمرانوں کی غالب اکثریت اہلسنت تھی۔ رفتہ رفتہ جب سیاسی اقتدار نے جاہ طلبی اور ریاکاری کو جنم دیا تو علماء کے دو طبقے ہو گئے۔ ایک علمائے حق جنہوں نے ہر دور میں اعلائے کلمۃ الحق کو اپنا مشن بنائے رکھا۔ دوسرے علمائے سو، جنہوں نے ہمیشہ دینی و ملی مفادات کو اپنی انا پر قربان کیا۔

جب مغل بادشاہ اکبر اعظم علماء سو کی صحبت سے متاثر ہوا تو اس نے ہندو مسلم اتحاد کی آڑ میں اسلامی تشخص کو ختم کرنے کی ناپاک جسارت کی، یہاں تک کہ اسلام کی ضد میں خنزیر (سور) اور کتے کو پاک سمجھنے لگا، ذبیحہ گاؤ پر عام پابندی لگا دی گئی۔ دربار کے اندر جواء خانہ بنایا گیا، شراب کی دوکان، سردربار لگا دی گئی وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اکبر نے علماء سو کی معاونت سے اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی پوری پوری کوشش کی تو علماء حق کے سر تاج حضرت امام ربانی مجدد الف

ثانی سرہندی علیہ الرحمۃ نے صدائے حق بلند کی اور دین اکبری کو نیست و نابود کر دیا اور مجاہدانہ روش سے دو قوی نظریہ کی ابتداء کر دی۔ (محمد یوسف صابر، پروفیسر تحریک پاکستان اور علماء و مشائخ مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۸۸ء صفحہ ۷ تا ۱۲) (ملخصاً)۔ نوٹ: دیکھئے تحریک مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ از پیرزادہ سردار علی خاں، مشمولہ ماہنامہ نور اسلام شرقیہ شریف (چار مختلف شمارے)

انیسویں صدی عیسوی میں اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن انگریز نامراد نے نہایت شاطرانہ انداز میں برصغیر پاک و ہند پر اپنے قدم جمائے شروع کر دیئے۔ مجاہدین نے مزاحمت کی مگر بے سود ثابت ہوئی۔ چنانچہ سراج الدوالہ اور ٹیپو سلطان بھی اپنوں کی غداری کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد انگریزوں کی راہ میں کوئی خاص رکاوٹ نہ رہی۔ اس طرح مسلمانوں کے ہزار سالہ بے مثال اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ چونکہ مسلمان یہاں ایک ہزار سال تک فاتح کی حیثیت سے حکمران رہے اس وجہ سے انگریز مسلمانوں سے فطری طور پر خائف تھے اسی خدشے اور مزاحمت کے خوف سے انہوں نے مسلمانوں کو دبانے کے لئے ان پر مظالم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ”دنیاۓ اسلام کے اسباب زوال“ از مولانا حسین رضا خاں قادری مطبوعہ لاہور۔)

۱۸۵۷ء میں انگریز جیسی دعویدار تہذیب و تمدن قوم نے مسلمانوں کے ساتھ جو ذلت اور جگر خراش برپا کیا وہ بیان سے باہر ہے۔ مظالم کی صرف ایک جھلک ملاحظہ کیجئے :

”زندہ مسلمانوں کو سوڑ کی کھال میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھاؤ میں ڈلوانا..... سکھ رجسٹ سے علی رؤس الاشهاد اغلام کرانا..... فتح

پوری مسجد سے قلعہ کے دروازے تک درختوں کی شاخوں پر مسلمانوں کی لاشوں کا لٹکانا ..... مساجد کی بے حرمتی خصوصاً شاہ جہانی جامع مسجد دہلی کے حجروں میں گھوڑوں کا باندھنا، عبادت کی جگہ دفاتر قائم کرنا ..... اور حوض میں پانی کی جگہ گھوڑوں کی لید ڈالنا ناقابل معافی اور غیر ممکن التلافی جرم ہے۔ (محمد فضل حق خیر آبادی، علامہ: "الثورة الهندية"

باغی ہندوستان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۴۵۔)

انگریزوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور جب مسلمانوں کی نفسیات سے مکمل آگاہ ہو گئے تو انہوں نے ضروری سمجھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم دولت نکال دی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انہیں علماء سو کی ایک ایسی کمیپ مل گئی جو ان کی ہاں میں ہاں ملائے گی۔ یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

کسی مخبر نے مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی کے باغی ہونے کی مخبری کر دی۔ اس سے آگے مولوی عاشق الہی میرٹھی کی زبانی سنئے :

”یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے، مگر دشمنوں کی یادہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد و سرکاری خطا وار ٹھہرا رکھا تھا، اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی، مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی، اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تازیت خیر خواہ ہی ثابت رہے۔ (عاشق الہی میرٹھی، مولوی۔ ”تذکرہ الرشید“ جلد ۱

مطبوعہ لاہور صفحہ ۷۹)



دوسری جگہ لکھتے ہیں :

”آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا ہال بھی بیکانہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ (عاشق الہی میرٹھی، مولوی : ”تذکرۃ الرشید“ جلد نمبر ۱ مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۸۰)

(نوٹ) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔ (۱) سرفراز خان۔ المیہ تکفیر لاہور ۱۹۸۵ء (۲) ننگ دین، ننگ وطن، مؤلفہ پروفیسر فیاض کاوش مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء۔ (۳) شیشے کے گھر مؤلفہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء۔ (۴) فیضان امام ربانی مؤلفہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء۔

”یہ ہیں وہ لوگ جن کا دعویٰ ہے سنت پر چلنے کا، لیکن ان کے کسب دیکھو، یہ تو انگریزوں کے طریق پر چلتے ہیں، ان کی متابعت کرتے ہیں، انہی کے دریائے رضا میں غرق ہیں، انہیں سنت، طریق رسالت و نبوت سے اور اطاعت سیدالانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیا کام؟ ہندوؤں اور انگریزوں کی تو صدق دل سے ریس کرتے ہیں لیکن حسب آیت فلیتافس المتنافسون اہل اللہ کی جو ستون دین اور جو ستودہ خدا ہیں ذرہ بھر ریس نہیں کرتے، یہ بالکل بے عمل ثابت ہوئے۔“ (محمد اعظم نوشاہی، مولانا : ”بے مثل بشر“ مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۳)

انگریزوں نے جب دیکھا کہ ان کے ہاں فرمانبردار اور دلی خیر خواہ

علماء کی کھپ موجود ہے تو انہوں نے ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخانہ اور دل آزار کتابیں لکھوائیں، ان کتابوں میں ”تقویت الایمان“ حفظ الایمان براہین قاطعہ اور تحذیر الناس وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (تفصیلات کے لئے دیکھئے وارث جمال قادری، مولانا ”اختلاف بین المسلمین اور اس کا پس منظر“ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء۔ دعوت فکر، مولانا تابش قصوری)

انگریزوں نے ان کتابوں بالخصوص ”تقویت الایمان“ کو شائع کر کے مفت تقسیم کیا، اس سلسلے میں علماء دیوبند کے ایک ممتاز فرد قاضی شمس الدین درویش (تکلیف مفتی کفایت اللہ دہلوی) کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں :

”انگریزوں نے مسلمانوں میں سر پھٹول پیدا کرنے کے لئے کسی کم علم دیہاتی مولوی سے گنوا ری اردو میں کتاب لکھوائی۔ کتاب کی اردو بے حد گھسیاری قسم کی ہے جسے عام اردو دان بھی سمجھ سکتا ہے۔ پھر ۱۸۵۳ء میں انگریزوں نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن سے ”تقویت الایمان“ کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر اسے دور دراز تک پھیلایا۔“ (بحوالہ ہنٹر پرنٹرز سرسید علی گڑھ صفحہ ۸۵)

پھر مشرق وسطیٰ کے عیسائیوں نے اس کتاب کی شہرت کو چارواں گ عالم میں پہنچانے کے لئے مشہور عربی لغت المنجد طبع بیروت میں اس کتاب کا تذکرہ شائع کیا اور لکھا کہ :

”اثبات توحید اور تردید شرک میں مولانا محمد اسماعیل بن عبدالغنی

دہلوی نے بڑا کام کیا اور ”تقویت الایمان“ نامی کتاب بھی لکھی۔  
(مجلس الدین دوریش : قاضی، ”غلطہ بر زلزلہ“ مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۸ء صفحہ ۱۸۔)

چند سطور بعد مزید لکھتے ہیں :

”انگریزوں نے اس کتاب کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچایا تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے حکومت کر سکیں۔“ (مجلس الدین دوریش : قاضی : ”غلطہ بر زلزلہ“ مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۸ء صفحہ ۱۹۔)

ظلم کی انتہا ہے کہ انگریزوں کی پسندیدہ کتاب ”تقویت الایمان“ کا پڑھنا ہر مسلمان کے لئے لازمی قرار دیا گیا اور عین اسلام بتایا گیا، علماء دیوبند کے ممتاز مفتی رشید احمد کنگوی کا فتویٰ پڑھئے :

”کتاب ”تقویت الایمان“ نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے، استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر و ثواب کا ہے۔“ (رشید احمد کنگوی، مولانا، ”فتاویٰ رشیدیہ“ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء صفحہ ۸۸)

ان نازک ترین حالات میں علماء حق خاموش نہ بیٹھ سکے بلکہ تڑپ اٹھے، تاج العلماء حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے اس رسوائے زمانہ کتاب ”تقویت الایمان“ کے جواب میں ایک مبسوط کتاب ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ لکھی۔ (محمد فضل حق خیر آبادی، علامہ : ”الثورۃ الندیہ“ باغی ہندوستان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۹۷۴)

(نوٹ) ”تقویت الایمان“ کے رد میں علامہ محمد فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کی کتاب کے علاوہ دیگر علماء حق نے بھی سبتکڑوں کتابیں لکھیں، مناظرے اور مباحثے بھی کئے ہوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ (صابر)

۱۸۵۷ء میں آپ ہی نے ہندوستان بھر کے جید علماء کی مدد سے انگریزی کے خلاف ایک فتویٰ تیار کروایا اور جامع مسجد دہلی میں جہاد آزادی کا اعلان کر دیا، مجاہدین آزادی میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، سید احمد اللہ شاہ مدرسی، مولوی سرفراز علی جہانپوری، مولانا شاہ رضا علی خان بریلوی، مفتی صدر الدین دہلوی، مفتی سید کفایت علی کافی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا وہاج الدین مراد آبادی، مولوی عنایت علی بریلوی، حکیم سعید اللہ قادری، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، عبد الجلیل علی گڑھی، فیض احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ملکی، ملی، دینی، علمی اور عملی کارنامے تاریخ کا روشن باب ہیں۔ (تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ کا مطالعہ بہت ضروری ہے ”ماہنامہ ترجمان الہنت جنگ آزادی نمبر“ جولائی ۱۹۷۵ء۔ ”ہفت روزہ الہام شہید آزادی نمبر“ ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۵ء۔ ”امتیاز حق“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء مؤلفہ راجہ غلام محمد۔)

مجاہدین آزادی کی بے سروسامانی، اپنوں کی غداری اور نظم و ضبط کے فقدان کے باعث جون ۱۸۵۸ء تک انگریز اس تحریک و جہاد آزادی کو کچل چکے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں پر مصائب و مشکلات کے جو پہاڑ ٹوٹے اس کی نظیر نہیں ملتی، دہلی میں ستائیس ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی گئی، سات دن کا قتل عام اس کے علاوہ تھا، صرف دہلی میں پانچ سو علماء



شہید کئے گئے، اضلاع رومل کھنڈ میں پانچ ہزار علماء ظلم و ستم کا نشانہ بنے اور بنگال میں اسی ہزار مجاہدین سے جن جن کو انتقام لیا گیا، ان کی جائیدادیں ضبط ہوئیں، جلا وطن ہوئے۔ (رشید احمد گنگوہی، مولانا : قادری رشید مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ صفحہ ۸۷)

جماد آزادی کی ناکامی کے بعد جب سادہ لوح مسلمان انگریز نواز لیڈروں کی وجہ سے پھر کفر و الحاد اور لادینیت کی آغوش میں جانے لگے تو اللہ عزوجل نے ان کی اصلاح و راہنمائی کے لئے ۱۸۵۶ء (جنگ آزادی سے ایک سال قبل) کو سرزمین ہند بریلی شریف میں ایک مصلح و مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کو پیدا فرما دیا، آپ ہوش سنبھالتے ہی دشمنان اسلام اور منافقین کی ہر قسم کی سازشوں کے خلاف ہر محاذ پر نبرد آزما ہو گئے۔ آپ کو مجاہدین جماد آزادی سے قلبی لگاؤ تھا بلکہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کے سچے ترجمان ثابت ہوئے، مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ نے تو یہاں تک لکھا کہ :

”امام نعت گویاں امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے نعت گو شعراء میں مولانا کافی (مفتی سید کفایت علی کافی علیہ الرحمۃ) کو پسند کیا ہے اور انگریزی دور میں جب کہ انگریز کے باغی سے تعلق ظاہر کرنا خطرے سے خالی نہ تھا، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے نہ صرف اپنا قلبی تعلق ظاہر کیا بلکہ انگریزوں کے اس دشمن جان، شہید اعظم کو بادشاہ قرار دیا ہے اور خود کو ان کا وزیر اعظم۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔

مکا ہے میرے بوئے دہن سے علم

یاں نقد شیریں نہیں، تلخی سے بہم

کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضا

انتقام اللہ میں وزیر اعظم

مجاہدین جہاد آزادی کی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے  
بھی انگریزوں کی طرف سے مسلمانوں کے افکار و خیالات میں مداخلت اور  
قرآن و حدیث پر اعتراضات کو کبھی برداشت نہیں کیا۔ ایک استفتاء کے  
جواب کے آخر میں نہایت روانی کے ساتھ عیسائیوں پر سخت تنقید کرتے  
ہوئے لکھتے ہیں :

” سبحان اللہ ..... کہاں رب السموت والارض ..... علم  
الغیب و الشہادہ ..... سبحنہ و تعالیٰ ..... اور کہاں ..... کوئی بے  
تمیز، لونگا، ہیولی، بیقہ، ناپاک، ناشائستہ، کھڑے ہو کر مومتے والا.....

یہی کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی ؟

خدارا انصاف ..... وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جہنم  
کے کودن، ایک اور تین میں فرق نہ جانیں ..... ایک خدا کے تین  
مانیں ..... پھر ان تین کو ایک ہی جانیں ..... بے مثل، بے کفو  
کے لئے جو رہتا نہیں، بیٹا ٹھہرائیں ..... اس کی پاک بندی .....  
ستھری، کنواری، پاکیزہ بتول مریم پر ایک بڑھی کی جو رو ہونے کی تہمت  
لگائیں ..... پھر خاوند کی حیات، خاوند کی موجودگی میں بی بی کے جو بچہ  
پیدا ہو اسے دوسرے کا گائیں ..... خدا اور خدا کا بیٹا ٹھہرا کر ادھر  
کافروں کے ہاتھ سے سولی دلوائیں، ادھر آپ اس کے خون کے پیاسے،

بوٹیوں کے بھوکے، روٹی کو اس کا گوشت بنا کر، در در چبائیں .....  
 شراب ناپاک کو، اس پاک معصوم کا خون ٹھہرا کر غٹ غٹ چڑھائیں .....  
 دنیا یوں گزری ..... ادھر موت کے بعد کفارے کو اسے  
 بھیٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں ..... لعنتی کہیں، ملعون بنائیں  
 ..... اے سبحان اللہ ! ..... اچھا خدا، جسے سولی دی جائے  
 ..... عجب خدا، جسے دوزخ جلائے ..... طرفہ خدا، جس پر لعنت  
 آئے، جو بکرا بنا کر بھیٹ دیا جائے ..... اے سبحان اللہ ! .....  
 باپ کی خدائی اور بیٹے کی سولی ..... باپ خدا، بیٹا کس کھیت کی سولی  
 ؟ ..... باپ کے جہنم کو بیٹے ہی سے لاگ ..... سرکشوں کی چھٹی،  
 بے گناہ پر آگ ..... امتی، ناجی ..... رسول، ملعون .....  
 معبود پر لعنت، بندے مامون ..... تف تف ! ..... وہ بندے جو  
 اپنے ہی خدا کا خون چوسیں ..... اس کے گوشت پر دانت رکھیں  
 ..... اف اف ! ..... وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ الزام  
 لگائیں کہ بھنگی چھار بھی جن سے گھن کھائیں ..... سخت، فحش، یہود  
 کلام گھڑیں اور کلام الہی ٹھہرا کر پڑھیں ..... ذہ ذہ بندگی ! .....  
 خہ خہ تعظیم ! ..... پہ پہ تہذیب ..... قہ قہ تعلیم ! .....  
 (احمد رضا خان بریلوی، مجدد مائتہ حاضرہ، المصنم علی مشکک فی آیتہ علوم الارحام،  
 مطبوعہ لاہور ۱۳۱۳ھ صفحہ ۱۷، ۱۸)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :

اللہ اللہ ! ..... یہ قوم ..... یہ قوم ! ..... سراسر  
 لوم ..... یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ نہیں، جنہیں جنوں کا روگ

..... یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغو بات پر کان دھریں؟ اناللہ وانا الیہ راجعون! احمد رضا خان بریلوی، مجدد مائتہ حاضرہ، المصصام علی مشکک فی آیتہ علوم الارحام، مطبوعہ لاہور ۱۴۱۳ھ صفحہ ۱۹

ایک روز استفتاء کے جواب میں انگریزی تہذیب و تمدن سے یوں اظہار نفرت فرماتے ہیں :

”انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی، قریب بحرام، واجب الاعدادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گناہ گار، مستحق عذاب..... والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔“  
(العطایا النبویہ فی الفتوی الرضویہ جلد ۳ مطبوعہ فسیل آباد صفحہ ۴۴۲)  
(محمد مسعود احمد، پروفیسر، ”گناہ بے گناہی“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء صفحہ ۴۳)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کو انگریزی حکومت، عدالت، معاشرت اور تعلیم سے شدید نفرت تھی۔ مولانا حسنین رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :

”اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ انگریز اور اس کی کچھری سے سخت متنفر تھے، مخالفین نے ایک دفعہ آپ کے خلاف ایک دعویٰ دائر کرا دیا اور اعلیٰ حضرت کی کچھری کی حاضری کے لئے سخت کوششیں کی گئیں مگر اعلیٰ حضرت نے فرما دیا تھا کہ ”احمد رضا کی خدا چاہے جوتی بھی کچھری نہ جائے گی۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مقدمہ خارج ہو گیا اور مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی۔“ (حسین رضا خان بریلوی، مولانا، ”سیرت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ“



مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء صفحہ ۸۹ ملخصاً۔

انگریزی نظام تعلیم پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی سخت ترین تنقید ملاحظہ کیجئے :

انگریزی اور بے سود تصنیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا، جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آن مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حیات دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو۔<sup>۱</sup> جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے؟ (احمد رضا خان بریلوی مجدد مائتہ حاضرہ، المجتہد المومنین فی آیت الممتد مشمولہ رسائل رضویہ جلد ۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء صفحہ ۹۳)۔

امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کو انگریزی بادشاہوں سے بھی سخت نفرت تھی۔ حضرت سید الطاف علی بریلوی اپنے مقالے ”اعلیٰ حضرت بریلوی“ چند یادیں“ میں لکھتے ہیں :

”سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب علیہ الرحمۃ بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی، ”شمس العلماء“ قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا صاحب و مصطفیٰ رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو کبھی تصور بھی نہ ہوا، والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی مطلق راہ و رسم نہ تھی بلکہ بقول الحاج سید ایوب علی صاحب مرحوم (جن کو ۲۶ سال تک پیش کار رہنے کا اوپر ذکر آچکا ہے۔) حضرت مولانا ڈاک کے لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے

یعنی ملکہ و کٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے۔“ (مرید احمد چشتی، مولانا، ”جہانِ رضا“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۱۸)۔

(نوٹ) پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کی کتاب گناہ بے گناہی مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۸ پر بھی اس قسم کے ایک خط کا عکس دیا گیا ہے۔ (صابر)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ انگریزی حکومت کو معمولی نفع بھی پہنچانا گوارہ نہیں فرماتے تھے۔ میرٹھ کے ایک دیندار بہت بڑے رئیس حاجی علاؤ الدین صاحب ایک مسئلہ کے استفسار کے سلسلے میں مولوی محمد حسین میرٹھی کے ہمراہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے دریافت فرمایا :

”آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں

حالانکہ ۶ پیسے میں لفافہ آتا ہے۔“

حاجی صاحب نے فرمایا کہ حضور ۶ پیسے کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے

خطوط میں لگائے جاتے ہیں۔“

فرمایا ”بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا ہے۔“ (ظفر الدین بہاری

ملک العلماء ”حیات اعلیٰ حضرت“ ج ۱)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ، انگریزی صورت سے بھی

سخت ہزار تھے۔ مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :

”ایک دن بعد نماز تفریح کے لئے بکسی پر گن کیرج فیکٹری کی

طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی، فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی

طرف جا رہی تھی انہیں دیکھ کر حضرت (امام احمد رضا علیہ الرحمۃ) نے فرمایا ”کم بخت بالکل بندر ہیں۔“ (مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء صفحہ ۴)

برصغیر پاک و ہند پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضہ کے بعد ہندوؤں نے گاندھی کی نگرانی میں میدان سیاست میں قدم رکھا اور ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کا نعرہ لگا کر اسلام کو ہندو مت میں مدغم کرنے کے ناپاک منصوبے بنانے لگے۔ اس مقصد کے لئے کئی تحریکیں شروع کی گئیں۔ مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب حقیقت حال سے پردہ اٹھاتے ہیں :

”مسٹر گاندھی نے اپنی منزل مقصود کے لئے ان تحریکات کو بطور ذرائع اختیار کیا یعنی تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک حیوانات، تحریک گاؤ کھشاء سیتاگرہ، برت وغیرہ اور یہ تحریکیں مسلمانوں کو ہندو مسلم اتحاد کی منزل پر لے گئیں، رغبت سے، شوق سے، خوف سے، مستقبل کی امیدوں اور اندیشوں سے، سیاسی لگاؤ سے، معاشی دباؤ سے، معاشرتی چاؤ سے۔“ (محمد مسعود احمد، پروفیسر، ”تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۲۹۔ ایم ظفر انصاری، ”پاکستان کیوں بنا؟“ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۸، ۱۹)

گاندھی کے زیر اثر چلنے والی تمام تحریکات ”ہندو مسلم اتحاد“ منظم منصوبہ تھا۔ اس میں گاندھی کو کافی کامیابی ہوئی کیونکہ مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی بھینک آندھی (ہندو مسلم اتحاد) کی نذر ہو گئے، ہندو نواز مسلمانوں نے ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا کیا، یہاں تمام تحریکوں کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ ان تحریکوں میں ہندو مسلم اتحاد کی چند جھلکیاں بطور مشتم نمونہ از خروارے پیش کی

جاتی ہیں۔

جناب ایم ظفر انصار رقم طراز ہیں :

”شردھانند سرسوتی جو ایک آریہ سماجی تھا اس نے اور پنڈت مدن موہن مالوی (بنارس یونیورسٹی کا وائس چانسلر اور گاندھی کا گرو) نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک شروع کیں۔ یہ شردھانند وہی شخص تھا جسے مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد کی خاطر جامع مسجد دہلی میں تقریر کرنے کا موقع فراہم کیا تھا، اس نے اس کے بعد یہ کہنا شروع کر دیا کہ ابھی تو ہم جامع مسجد تک ہی پہنچے ہیں وقت آئے گا کہ ہم اوم کا جھنڈا کعبہ پر بھی گاڑ دیں گے۔ (ایم ظفر انصاری، پروفیسر، ”پاکستان کیوں بنا“ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۸-۱۹)۔

خواجہ حسن نظامی نے اپنے منتخب روز نامہ میں لکھا کہ :

”صحیح راستہ یہ ہے کہ گاندھی جی صداقت کی پابندی اور خدمت خلق اور نیک دلی کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ ہم ان کی عزت کریں اور یہ کہیں کہ ہر مسلمان گاندھی بن سکتا ہے کیونکہ ہر مسلمان کو خلق خدا کی خدمت اور سچ بولنے، ہمدردی اور نیک دلی کا حکم دیا گیا ہے۔“ (”ماہنامہ منادی“ نئی دہلی ۱۹۷۱ء چھٹا شمارہ صفحہ ۱)

حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ (بانی مرکزی مجلس رضا

لاہور) یعنی شاہدوں کے حوالے سے لکھتے ہیں :

گروہ علماء نے مسٹر گاندھی کو جامع مسجد شیخ خیر الدین امرتسر میں لا کر منبر رسول پر بٹھایا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھے اور یہ دعا کی گئی



کہ ”اے اللہ! تو گاندھی کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما۔“ (عبدالنبی کوکب مرحوم، قاضی، ”مقالات یوم رضا“ حصہ اول مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء صفحہ ۹۸، ۹۹)

○ سید نور محمد قادری مدظلہ بعض مسلمان لیڈروں کے مشرکانہ اقوال لکھتے ہیں :

○ مولانا ظفر الملک نے کہا ”اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔“

○ مولانا شوکت علی نے فرمایا ”زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا راضی ہوگا“

○ مولانا عبدالباری یوں گوہر افشاں ہوئے ”ان (گاندھی) کو اپنا راہنما بننا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں..... (سید نور محمد قادری، مولانا، ”احمد رضا کی بصیرت کے چند مناظر“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء صفحہ ۱۸)۔“

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ نے بھی ہندو مسلم اتحاد کے دوران بعض شرکیہ امور کی نشاندہی فرمائی ہے :

مسلمان خود مندروں میں گئے، مساجد چھوڑ کر وہاں نمازیں پڑھیں گئیں، دعائیں مانگی گئیں، قشقہ لگوا یا..... ہندو لیڈروں کو مساجد میں لے گئے، منبروں پر بیٹھایا..... گاندھی کے حکم سے سیتہ گرہ کے دن روزہ رکھا..... وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا..... کرشن جی کو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا لقب مان لیا تھا۔ (نعوذ باللہ)..... بدایوں کے ایک جلسے میں ایک ہندو مقرر نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان

رام لیلا منائیں، ہندو محرم منائیں..... (سید محمد سلیمان اشرف بہاری)

مولانا، "الرشاد" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء صفحہ ۱۳ تا ۱۷ ملخصاً

مولانا محمد میاں قادری نے انصار الاسلام کے جلسہ منعقد بریلی ۲۲

شعبان ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں اپنے صدارتی خطبے میں ان امور کی طرف

اشارہ فرمایا :.....

- ۱۔ تشقہ لگوانا.....
  - ۲۔ مشرکوں کی جے پکارنا.....
  - ۳۔ رام پھمن پر پھول چڑھانا.....
  - ۴۔ رامائن کی پوجا میں شریک ہونا.....
  - ۵۔ ارتھی کاندھوں پر اٹھا کر مرگٹ لے جانا.....
  - ۶۔ مشرک میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا اور وہ بھی مسجد میں.....
  - ۷۔ مسجدوں میں مشرکوں کی تعزیت کے جلسے کرنا.....
  - ۸۔ اللہ کو رام کہنا.....
  - ۹۔ خطبہ جمعہ میں مشرک کی تعریف کرنا.....
  - ۱۰۔ دسرے میں شریک ہونا.....
  - ۱۱۔ سکھ بجانا.....
  - ۱۲۔ قربانی گاؤ کو بھیٹ چڑھانا.....
  - ۱۳۔ قاتل مشرکوں کی رہائی کی کوشش کرنا.....
  - ۱۴۔ قربانی کی گائے زبردستی چھین کر اس کو گنوشالہ پہنچانا.....
- (نجم مسعود احمد، پروفیسر، "مسعود ملت تحریک آزادی ہند اور السودا اعظم"

مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۳۴ -)

نام نہاد مسلمان لیڈروں نے ہندو مسلم اتحاد کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر مدینہ منورہ سے منہ موڑ کر گنگا کی طرف کر لیا تو ان حالات میں بھی سادہ لوح مسلمانوں پر کیا گزری؟ اب تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کیجئے۔

جناب منشی تاج الدین احمد تاج علیہ الرحمۃ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی حکیم اجمل خان صاحب کو ہندو مسلم اتحاد کی فریب کاریوں سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گائے کو روکنے یعنی مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کے لئے ہزارہا کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہزارہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا، ایک نہیں دو نہیں، مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو مکانات اس بے دردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے، مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لا کر لے گئے۔ مسلمانوں کی لاکھوں روپے کی جائیدادیں، آپ کے ہندو دوست کئی دن تک لوٹتے رہے، مسلمانوں کے لاتعداد مکانات کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اگر کسی غریب مسلمان نے ڈر کے مارے اپنے بڑن کسی کنوئیں میں پھینک دیئے تو آپ کے ہندو دوستوں نے پتہ لگا کر وہاں سے بھی نکال لئے آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی کئی زندہ گائیں جلا دیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی، آپ کے ہندو

دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالیشان مسجدیں شہید کر دیں اور باقی تمام علاقے میں کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی جس کی بے حرمتی نہ کئی گئی اور اس کو جگہ جگہ سے منہدم نہ کیا گیا ہو۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید پھاڑ پھاڑ کر ایسے پرزے اڑائے کہ مسلمانوں کے پاس پڑھنے کے لئے قرآن شریف کا ایک نسخہ بھی نہ رہا۔ جس پر ان مظلوموں نے غیر علاقے کے مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہمیں پڑھنے کے لئے قرآن مجید بھیجے جائیں، آپ کے ہندو دوستوں نے پندرہ ہزار مسلمانوں کو خانماں برباد کر دیا جن کے پاس سر چھپانے کو جگہ نہ رہی اور یہ خانماں برباد مسلمان کھیتوں میں چھپتے چھپاتے دن رات مختلف مقامات میں بھاگتے پھرے اور کئی کئی دن تک بچے، بوڑھے اور عورتیں فاقہ کرتی رہیں۔

(تاج الدین احمد تاج، "ہندوؤں سے ترک موالات" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۔)

بقرعید کے موقع پر کٹار پور میں مسلمانوں پر وہ ظلم کئے کہ جنہیں سن سن کر جگر شق ہوتا ہے اور دل خون کے آنسو روتا ہے، ایک نہیں دو نہیں قریباً تیس مسلمانوں کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا نیز مٹی کا تیل ڈال کر جلا دیا گیا۔ مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی گئی، مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی، قرآن شریف کے ساتھ ناپاک سلوک کیا گیا، یہ ہیں آپ کے رحم دل اور سوراج کے طالب ہندوؤں کے کارنامے، مگر آپ پھر بھی ہندوؤں کے ساتھ دوستی اور اتحاد کے لئے ایڑی چوٹی تک کا زور لگا رہے ہیں اور خدائی فرمان کے مطابق ظالم، منافق اور جہنمی بن رہے ہیں۔" (تاج الدین احمد تاج، "ہندوؤں سے ترک موالات" صفحہ ۸۔)

جب مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی خوفناک آندھی کی



نذر ہو گئے، ہندو مسلم اتحاد کی آڑ میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو مکی، مکی اور دینی ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ مسلمان لیڈروں سے ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خوشی میں ایمان سوتہ اقبال اور اقبال سرتو ہوئے۔ مسلمانوں کی وحدت ملی پامہ پامہ ہونے لگی تو ان نازک ترین حالات میں بریلی شریف سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کے قلوب میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شمع روشن کر کے معنی فکر پیدا کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ ہندوؤں نے جب مسلمانوں سے سیاسی پلیٹ فارم سے ترک گاؤ کشی کا مطالبہ کیا اور انسداد قربانی گاؤ کے سلسلے میں ہندو نواز لیڈروں (ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خان، مولانا عبدالباری) نے مسلمانوں کو اسلامی اشعار گائے کی قربانی ترک کرنے کی ہدایت کر کے ہندوؤں کے مطالبہ کی تائید کر دی تو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے ایک تصنیف ”انفس الفکر فی قربان البقر“ (۱۳۹۸ھ / ۱۸۸۰ء) لکھ کر مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی، یہ کتاب جب مولوی شبلی نعمانی کے استاد مولانا ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمۃ نے پڑھی تو یہ مختصر جامع تبصرہ کیا :

”الناقد بصیر“ (یہ پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے۔) (امام احمد رضا خان بریلوی، مجدد مائتہ حاضرہ، ”انفس الفکر فی قربان البقر“ مشمولہ رسائل رضویہ ج ۲ مرتبہ اختر شاہ جہانپوری علامہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۲۴۔)

اس تصنیف لطیف میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے قرآن و حدیث سے نفس قربانی اور گائے کی قربانی پر تفصیلی بحث کے بعد تمام شبہات و اعتراضات کا شافی جواب دیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :

” ہم ہر مذہب و ملت کے عقلا سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بزدور مخالفین گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی؟ کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی۔ کیا اس وجہ سے ہنود سے ہم پر گردنیں دراز کھٹنے اور اپنی چہرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شکست کا موقع ہاتھ نہ آئے گا؟ کیا بلاوجہ وجہ اپنے لئے ایسی دولت و ذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دستی مغلوبی سے اپنے اوپر قبولانا ہماری شرع مطہر جائز فرماتی ہے؟ حاشا و کلا حاشا و کلا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی۔ نہ یہ موقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں۔“ (امام رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ بعد مائتہ حاضرہ، ”اقص الفکر فی قربان البقر“ مشمول رسائل رضویہ ج ۲ مرتبہ اختر شاہ جانی پوری علامہ مطبوعہ لاہور ۱۷۹۱ھ صفحہ ۲۲۴۔)

ہندوؤں نے تحریک گاؤ کشی کے بعد دوسری چال چلی کہ ہجرت مسلمانوں کی ایک شاندار روایت ہے لہذا ہندوستان کے مسلمان یہاں سے ہجرت کر جائیں، ہندوؤں کی اس پرفریب چال میں بھی بعض مسلمان آگئے، چنانچہ بعض ہندو مسلم اتحاد کے حامی علماء نے غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر انگریز کا قبضہ اور اقتدار تسلیم کر لیا اور سود کو جائز قرار دیا تھا۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس نازک موقع پر بھی

مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور ”اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام“ (۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء) نامی کتاب تصنیف فرما کر ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا، اس طرح انہوں سود کو حرام اور ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ غاصبانہ قرار دیا۔ دارالحرب قرار دینے والوں نے خود تو ہجرت کا نام تک نہ لیا مگر سادہ لوح مسلمانوں کو یہاں سے ہجرت کر جانے کی تلقین کی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک جگہ لکھتے ہیں :

”الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں، جب ان سے جو تحلیل ربوا کے لئے جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اس پر وارد، اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں، گویا یہ بلاد اسی دن کے لئے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اڑائیے اور با آرام تمام وطن مولوف میں بسر فرمائے۔“ (امام احمد رضا بریلوی، مجدد مائتہ حاضرہ، ”اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام“ مشمولہ دوام فتوے مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۳۔)

نوٹ : مولانا احترام الحق تھانوی (خلف الرشید مولانا احتشام الحق تھانوی) نے ایک انٹرویو میں یہ حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ :

”دارالحرب کے فتوے بھی اصل میں کانگریسی مولویوں نے دیئے اور کہا کہ ہندوستان دارالاسلام نہیں (نام اگر لوں گا تو بد مزگی پیدا ہو گی) لیکن وہ وقت بھی آجائے گا کانگریسی ذہن رکھنے والے علماء نے ہند کے دارالکفر کے بھی فتوے دیئے۔“ (ماہنامہ ترجمان اہل سنت ستمبر ۱۹۸۲ء)

سر زمین بریلی شریف سے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی صدائے حق جب علمائے حق کے کانوں میں گونجی تو وہ اس آواز سے بہت متاثر ہوئے۔ علماء حق نے اس تاریک ماحول میں متفقہ طور پر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کو اپنا ”رہبر و رہنما“ تسلیم کر لیا تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو دشمنوں کی ناپاک چالوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ ایک بے لوث، بے باک، متحرک اور فعال رہنما ثابت ہوئے، علماء آپ کے فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، آپ کی قوت فیصلہ کے بارے میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی رائے ملاحظہ فرمائیے :

مولانا (اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ) ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ (رحیم بخش شاہین، پروفیسر ”ادراق گم گشتہ“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۸۵۔)

غالباً آپ کی اسی قوت فیصلہ کی وجہ سے علماء حق نے آپ کو رہنما تسلیم کیا تھا۔ مولانا شاہ سید محمد خالد میاں فاخری ایک مقالے میں ایک خفیہ دستاویز سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں :

”آج سے چوراسی سال قبل مولانا شاہ فضل رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے سلسلہ میں بمقام درگاہ قادریہ بدایوں بمابہ جمادی



الثانی ۱۳۱۷ھ (۱۸۹۹ء) علماء مشائخ کا اجتماع تھا۔ ۷ ربیع الثانی کو جب کہ تقریبات عرس اختتام کو پہنچ چکی تھیں ملک کی انتشاری کیفیت ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی، سیاست میں شرکت و عدم شرکت، آئے دن بد عقیدوں کی جانب سے نت نئے مسائل کا مقابلہ، ایسے موضوعات پر بند کمرہ میں گفتگو شروع ہوئی، متعلقہ حضرات نے اپنے اپنے مطمح نظر تفصیل سے پیش کئے اور دو دن تک مسلسل مباحثہ جاری رہا، جس کے بعد طے کیا گیا کہ :.....

” علماء کی تقسیم کی گئی ..... علماء کا ایک میدان مناظرہ گرم کرے گا ..... علماء کا دوسرا گروہ میدان سیاست میں سرگرم عمل ہو گا ..... علماء کا تیسرا گروہ جب ضرورت ہو گی مناظرہ میں بھی شریک ہو گا“ ورنہ سیاست میں کام کرے گا۔

مجدد مائتہ حاضر (اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ) بریلی میں مرکز کی حیثیت رکھیں گے اور اپنی تحریرات کے ذریعہ مختلف امور میں راہنمائی کریں گے۔

اس خفیہ نشست سے قبل ۱۸۹۷ء میں پٹنہ (بہار) میں بھی سنی کانفرنس منعقد کرا کر تقریباً تین سو علماء و مشائخ نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی قیادت پر بھرپور اعتماد کیا تھا۔ اس کانفرنس میں دو قومی نظریہ کی وضاحت احسن طریقے سے کی گئی تھی۔

پٹنہ (بہار) سنی کانفرنس کے اجلاس سے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے خطاب فرماتے ہوئے نام نہاد مسلمانوں کو اس طرح بے نقاب

کیا :

” تم نے دیکھا یہ حالت ہے کہ ان لیڈر بننے والوں کے جذبات کی کہ کیسے شریعت کو بدلتے، مسلتے، پاؤں کے نیچے کچلتے اور خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھیلتے ہیں۔ موالات مشرکین ایک ..... معاہدہ مشرکین دو ..... استغناعت مشرکین تین ..... مسجد میں اعلائے مشرکین چار ..... ان سب میں پہلا مبالغہ یقیناً قطعاً ..... لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے.....“ (سید عالم قادری ”سنی کانفرنس“ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۸۔)

۱۹۱۲ء / ۱۳۱۳ھ میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے مسلمانان عالم کی بالعموم اور مسلمانان ہند کی بالخصوص معاشی استحکام کے لئے ”تدبیر فلاح و نجات و اصلاح“ نامی پیاری کتاب لکھ کر راہنمائی کا حق ادا کیا، مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی و معاشی بد حالی دور کرنے کے لئے یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ اس کتاب میں معاشی بہبود کی خاطر مندرجہ ذیل چار تجاویز دی گئی ہیں۔

- ۱۔ ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہیں، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہو سکیں۔
- ۲۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تو نگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بک کھولیں۔
- ۳۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔
- ۴۔ علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔

(محمد رفیع اللہ مدنی) پروفیسر "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" مطبوعہ لاہور

(۱۹۸۵ء مئی ۹ء ۱۰)

سیاسی حالت اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتی جب تک معاشی حالت بہتر نہ ہو، اسی لئے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے سیاسی استحکام کے لئے معاشی اصول بھی واضح کر دیئے تھے تاکہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں اور غیروں کے دست نگر نہ بنیں۔

۱۹۱۹ء میں فرنگیوں نے اپنی فطرت کے مطابق ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تو اس سانحہ کا اثر ہندوستان کے مسلمانوں پر بھی ہوا۔ بعض مسلمان لیڈروں نے جذبات میں آکر تحریک خلافت کا آغاز کر دیا تو گاندھی نے آندھی کی طرح اس تحریک میں شمولیت کر کے ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگا دیا۔ ۱۹۲۰ء میں اچانک اس نے تحریک ترک موالات کی ابتداء کر کے کانگریس کو مضبوط کیا، تحریک خلافت اور تحریک موالات "ہندو مسلم اتحاد" کا مظہر ثابت ہوئیں۔

ہندوؤں اور مسلمانوں نے انگریز دشمنی کی بنیاد پر مشترکہ بنیاد پر اتحاد کے مظاہرے کئے۔ تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری، مولانا ظفر علی خان اور مولانا حسرت علی موہانی وغیرہ شامل تھے۔ اس تحریک سے بھی مسلمانوں کو مذہبی، اقتصادی، معاشرتی تمدنی و تہذیبی ناقابل تلافی نقصانات ہوئے (دیکھئے محمد مسعود احمد، پروفیسر "تہذبات و ثقافت" امام احمد رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء)

اس دل خراش موقع پر بھی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے

مسلمانان ہند کی راہنمائی کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دیا۔ آپ نے ایک کتاب ”دوام العیش فی الائمۃ من قریش“ تصنیف فرمائی۔ اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں :

”سلطنت علیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت“ ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے اور وقت حاجت دعا سے امداد و اعانت بھی، ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے.....“ امام احمد رضا بریلوی، مجدد عائنہ حاضرہ ”دوام العیش فی الائمۃ من قریش“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء صفحہ ۴۶ )

دوسری جگہ تحریک خلافت کی حقیقت سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں :

ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے، اصل مقصود غلامی ہنود سوراہ کی چکھی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے۔ بھاری بھرکم خلافت کا نام لو، عوام بھریں، چندہ خوب ملے اور گنگا و جمن کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے۔“ خلیل اشرف اعظمی علامہ، ”پاک و ہند کی اسلامی تحریکیں اور علاقے حق“ مطبوعہ لاہور۔

اے پس رو مشرکاں بہ زم زم نہ رسی  
کہیں رہ کہ تو می روی نہ گنگ و جمن  
است

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے دور کی عظیم شخصیت تھی، چونکہ اہلسنت کے رہنما تھے اس لئے علی برادران (مولانا شوکت علی علیہ



الرحمۃ مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ ( تحریک ترک موالات پر آپ سے دستخط کرائے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ڈاکٹر ایچ بی خان (حفاظ بابر خان) نے روئیداد اس طرح لکھی ہے :

”مولوی احمد رضا خان بریلوی (علیہ الرحمۃ) نے بھی ترک موالات کے فتویٰ پر دستخط سے انکار کر دیا تھا“ مولانا شوکت علی (علیہ الرحمۃ) اور مولانا محمد علی (علیہ الرحمۃ) بذات خود مولوی احمد رضا خان بریلوی (علیہ الرحمۃ) کے پاس اس فتویٰ پر دستخط کرائے کے لئے گئے تو مولوی احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ ”ہماری سیاست مختلف ہے وہ یہ ہے کہ آپ ”ہندو مسلم اتحاد“ کے حامی اور موئید ہیں جب کہ میں اس کے خلاف ہوں مگر میں آزادی کے خلاف نہیں ہوں۔“ (ایچ بی خان، ڈاکٹر ”برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار“ مطبوعہ لاہور

۱۹۸۵ء صفحہ ۱۵۶۔)

منشی عبدالرحمن خان ہندوؤں کی جماعت کانگریس کے عزائم کے بارے میں لکھتے ہیں :

”ہندو دھرم کے احياء اور مسلمانوں کا صفحہ ہند سے نام و نشان مٹانے کے لئے ۱۸۸۷ء میں کانگریس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ ۲۱ - ۱۹۲۰ء میں جب چند مسلمان کانگریس میں شامل ہو گئے تو اس کا پرکاش جتنی بھی وقعت نہ دیتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لال نہرو کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ کانگریس ہندو جماعت ہے، چند مسلمانوں کے اس میں شریک کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا“ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی مسلمانوں کو کسی گنتی میں شمار نہ کرتے ہوئے برملا کہہ دیا کہ ایک عالم

تحریک میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں، کانگریسی لیڈر لالہ لالہ جیت رائے نے حقیقت پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ کانگریس میں مسلمان اس لئے کرے پر لائے گئے ہیں کہ ان کی شرکت سے ہندو کانگریس کو نیشنل کانگریس ظاہر کیا جائے اور اس کے ذریعہ ہندو راج کے قیام کی مہم جاری رکھی جائے، اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مولانا محمد علی جوہر اور مسٹر محمد علی جناح کانگریس سے علیحدہ ہو گئے لیکن کانگریسی علماء ہندوؤں کی چہرہ دستیوں اور مسلم کشوں کو مقامی مناقشات کا نام دے کر ہندوؤں کے انسانیت سوز مظالم گھٹاتے اور اپنی اہمیت بڑھاتے رہے.....“

ہندو مسلم اتحاد کے لئے مسلمانوں نے جو قربانیاں دیں وہ تمام قربانیاں ہندوؤں کے کھاتہ میں چلی گئیں۔ ہندوؤں کی تنظیم کانگریس میں مسلمان لیڈر جوق در جوق داخل ہوئے۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کو کانگریس میں شمولیت سے روک کر راہنمائی کا فریضہ ادا فرمایا۔ جناب محمد عبدالحکیم قادری ایم، اے لکھتے ہیں کہ :

” میرے والد بزرگوار قاضی محمد یسین (علیہ الرحمۃ) نے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے فتویٰ منگایا اور کئی ہزار کاپیاں چھپوا کر تقسیم کیا، اس فتویٰ میں درج تھا کہ مسلمانوں کے لئے کانگریس میں شامل ہونا ”حرام“ ہے۔ وطن کی آزادی کے لئے مسلمان، ہندوؤں میں مدغم ہونے کی بجائے اپنی علیحدہ تنظیم کریں۔ اس اشتہار کا عنوان تھا۔

”مسلمانو! کانگریس سے بچو!“

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے ہم عصر بزرگ سلطان العلماء

پیر سید مر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ نے بھی بالکل اسی قسم کا فتویٰ دیا ہے۔ آپ سے کسی نے کانگریس میں شامل ہونے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ :

”اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ ایک دردمند انسان تھے، سخت علالت کے باوجود بھی آپ نے مسلمانوں کی رہنمائی نہ چھوڑی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :

”۱۲ ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی۔ چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا، میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، مولیٰ تعالیٰ نے فضل کیا، مرض زائل ہوا، مگر آج دو مہینے کامل ہوئے، ضعف میں فرق نہیں، مسجد کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور کرسی پر لاتے ہیں، اسی حالت میں ”ترک موالات و ترک وطن و استعانت بکفار وارد خال مشرکین، بمسجد“ وغیرہ امور دائرہ پر ایک جواب لکھنا پڑا کہ پانچ جز سے زائد ہو گیا، آیت کریمہ ”ممتحنہ“ کی اس میں کافی بحث کر دی گئی ہے، پاسی کے لحاظ سے اس کا نام ”الممتحنہ المثنوی“ لی ایتہ الممتحنہ“ رکھا یہ رسالہ چھپ رہا ہے۔“

نوٹ : (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت حرام قرار دے کر علیحدہ تنظیم کی تلقین فرمائی چنانچہ ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں نے اپنے تحفظ اور جائز حقوق کے تحفظ کے لئے ”مسلم لیگ“ کا قیام عمل میں لا کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کی تعمیل کر دی۔ صابر اس کتاب میں ”ہندو مسلم اتحاد“ پر ایمان افروز تبصرہ کیا گیا

ہے، دو قومی نظریہ کی وضاحت سے تحریک پاکستان کو تقویت ملی ہے۔ اس کتاب میں ایک جگہ آپ ہندو نواز لیڈروں کو یوں مخاطب ہوتے ہیں :

”کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے، کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے، کیا کٹار پور اور آرا اور کہاں کہاں کے ٹاپاک و ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں، دلوں سے محو ہو گئے، بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ٹاپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے جلائے اور ایسی ہی باتیں جن کا نام لے کر کلیجہ منہ کو آئے۔

اللعنة الله على الظلمين ” سن لو اللہ کی لعنت ظالموں پر۔“

اب کوئی درد رسیدہ مسلمان ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے شیعوں پر مسلمان بننے والو! ہمدردی اسلام کا ظاہری تانا تنے والو! کچھ حياء کا نام باقی ہے تو ہندوؤں کی گنگا میں ڈوب مرو، اسلام و مسلمین و مساجد و قرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمہارے بھائی، تمہارے چہیتے، تمہارے پیارے، تمہارے سردار، تمہارے پیشوا، تمہارے مددگار، تمہارے نغمسار، مشرکین ہند نہیں جن کے ہاتھ آج تم بکے جاتے ہو، جن کی غلامی کے گیت گاتے ہو، اف اف اف، تف تف تف۔

(نوٹ) تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت اور تحریک خلافت وغیرہ کے بارے میں بھی پیر سید مر شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے خیالات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے مقالہ حضرت مجدد گولڑوی اور ہندو مسلم اتحاد مشمولہ ماہنامہ تبیان کراچی مجدد گولڑوی نمبر اکتوبر، نومبر ۱۹۸۶ء (صابر)



دوسری جگہ گاندھی کے دیوانوں کو یوں غیرت دلاتے ہیں :

” واقعی بندگی بے چارگی جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خوداری“ وہ تمہیں پیچھے جانیں، بھنگی مانیں، تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہو جائے“ سودا پیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دور سے یا پنکھا وغیرہ پیش کر کے اس پر رکھوا لیں، حالانکہ بحکم قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم ان نجسوں کو مقدس، مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ، جو تمہارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے، وہاں ان کے گندے پاؤں رکھواؤ، مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا، محبت مشرکیں نے اندھا بہرا کر دیا۔“ (از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

مسلمانوں کے بعض لیڈر جب گاندھی کے پرفریب جال میں پھنس کر رہ گئے تو ان کو نکالنے کے لئے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، مناظرے کئے، مکتوبات ارسال کئے، مارچ ۱۹۲۱ء بریلی شریف میں ”ہندو مسلم اتحاد“ کے بارے میں مناظرہ ہوا، اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی طرف سے مولانا مفتی امجد علی، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مفتی برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین شامل ہوئے۔ ان کی قیادت مولانا سید سلیمان اشرف ہماری علیہ الرحمۃ نے کی۔ گاندھی کی طرف سے مولانا ثار احمد کانپوری، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مفتی احمد سید دہلوی شریک ہوئے۔ ان کی قیادت مولانا آزاد نے کی، اہلسنت کے اکابرین نے مولانا آزاد سے ۷۰ (ستر) سوالوں کے جواب طلب کئے اور ان کے اخباری بیانات، تقریروں اور بعض حرکات پر شدید اعتراضات کئے۔ مولانا آزاد بوکھلا اٹھے اور کوئی معقول جواب نہ

وے سکے البتہ گاندھی کی لنگوٹی سے چٹے رہنے کا تہیہ کر لیا۔ (دیکھئے ڈاکٹر سید جمال الدین، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم "امام احمد رضا بریلوی اور مولانا آزاد کے افکار" مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء مولانا آزاد نے اپنی روش نہ بدلی اور راہ راست پر نہ آئے آخر دم تک ہندوؤں کا ساتھ نہ چھوڑا اور آنجنابی ہو گئے۔ (صابر)

مولانا عبدالباری فرنگی معلیٰ علیہ الرحمۃ کو گاندھی کے پرفریب جال سے نکالنے کے لئے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے یکے بعد دیگرے بائیس مکتوبات ارسال کئے کافی عرصہ دونوں طرف سے خط و کتابت جاری رہی بالاخر ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء کے اخبار ہدم لکھنؤ میں اپنی توبہ ان الفاظ میں شائع کرا کر سرخرو ہوئے :

”اے اللہ! میں نے بہت سے گناہ دانستہ کئے اور بہت سے ناپوائستہ کئے۔ سب کی توبہ میں کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرا استغفار قبول فرما۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً و فعلاً“ تحریراً و تقریراً بھی کیے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا ہوں“ مولوی احمد رضا خان صاحب (علیہ الرحمۃ) نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا، ان سب سے اور ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے کوئی قدوہ میرے لئے نہیں ہے، محض مولوی موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! اے اللہ! توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول کر۔“

(ماہنامہ کنزالایمان لاہور، اکتوبر ۱۹۹۱ء صفحہ ۷۔) (تفصیل کے لئے پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کی کتاب تنقیدات، و تعاقبات امام احمد رضا مطبوعہ لاہور کا مطالعہ فرمائیں۔)

علی برادارن :- مولانا محمد علی جوہر علیہ الرحمۃ، مولانا شوکت علی علیہ الرحمۃ نے بھی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی صدائے حق پر

بالآخر لبیک کہی، صدرالاقاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں دونوں حاضر ہوئے اور آپ کے دست حق پرست پر ہندو نوازی، کفریہ اقوال سے توبہ کر کے اپنی آخرت سنواری۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی ساری زندگی ملت اسلامیہ کے عقائد کی پاسبانی میں گزار دی۔ آپ نے مسلمانوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عشق، ادب و احترام کا درس دیا، ایک ہزار سے زائد تصانیف کے علاوہ تقریر کے ذریعہ بھی امت مسلمہ کی راہنمائی فرمائی، مولانا محمد علی جوہر علیہ الرحمۃ نے کیا خوب بات کہی ہے :

”اقبال علیہ الرحمۃ کا کلام جو تھا اس نے مسلمانوں کے دلوں کو قرآن کی طرف موڑ دیا اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا کمال یہ تھا، انہوں نے مسلمانوں کے قلوب کو صاحب قرآن کی طرف پھیر دیا۔“  
(ماہنامہ کنزالایمان لاہور اکتوبر ۱۹۹۱ء صفحہ ۷)

دشمنوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے آپ نے مولانا عبدالباری فرنگی معلیٰ علیہ الرحمۃ کے نام ایک مکتوب میں لکھا ۔

کافر ہر فرد و فرقہ دشمن ہمارا

مرتد مشرک یہود و کفر و ترسا

مشرک راہ بندہ باش و بانہرانی

ہر کار حرام، این است زشیطان فتویٰ

کافر کا ہر فرد اور ہر فرقہ ہمارا دشمن ہے، کیا مرتد و مشرک، کیا

یہود اور آتش پرست و ستارہ پرست، یہ فتویٰ شیطان کا ہے کہ ہندو

مشرک کے غلام بن جاؤ اور انگریز کے ساتھ ہر معاملہ حرام ہے۔  
مسلمانوں کو دین کے چوروں سے یوں خبردار فرماتے ہیں ۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے  
سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا در اقدس چھوڑ کر گاندھی  
کے قدموں میں آنے والوں کی یوں باز پرس کرتے ہیں ۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں  
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال باکمال سے کچھ دن قبل  
بھی مسلمانوں کو مختلف فرقوں بالخصوص گاندھی فرقہ سے ہمیشہ دور رہنے  
کی تلقین فرمائی۔ وصیت ملاحظہ فرمائیں۔

”تم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھڑیں  
ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں‘ یہ چاہتے ہیں  
کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں  
اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں‘ ان سے بچو اور دور  
بھاگو ! دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے،  
قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے غرض کتنے ہی فرقے  
ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھی ہوئے، جنہوں  
نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیڑیے ہیں  
تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں‘ ان کے حملوں سے



## اپنا ایمان بچاؤ۔

( حسین رضا خان بریلوی، مولانا، ایمان افروز وصایا شریف مطبوعہ لاہور

۱۹۷۴ء صفحہ ۱۸)۔

تقریباً آدمی صدی، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی شمع مسلمانوں کے قلوب میں فیروزاں کرنے اور ملت اسلامیہ کی ہر طرح راہنمائی کرنے، باطل فرقوں کے خلاف جہاد بالقلم کو بام عروج تک پہنچانے کے بعد ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ المبارک جمعہ کے وقت عظیم اور بے باک راہنما امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اس دہم فانی سے کوچ فرمایا۔ اناللہ وانا علیہ راجعون۔

۳ نومبر ۱۹۲۱ء کو روز نامہ پیہ اخبار لاہور کے مدیر نے آپ کے بارے میں تعزیتی نوٹ لکھا جس کا عنوان تھا :

”آہ! مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ“

اس عنوانات کے تحت آپ کی خدمات کو سراہا ہے، آپ کے سیاسی موقف کے بارے میں لکھا :

”ترک موالات کے متعلق مرحوم کی رائے یہ تھی کہ جب مسلمانوں میں ترک موالات کا حکم صاف ہے تو اس میں استثناء کی ضرورت نہیں۔ یہ کہ جب اسلام میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ یکساں موالات کا حکم ہے، تو جس طرح انگریزوں اور ان کی حکومت سے ترک موالات کیا جاتا ہے، ویسے ہی ہندوؤں سے بھی جو مشرکین شمار

کیے جاتے ہیں، ترک موالات ہونی چاہئے، یہ منطق نہایت کمزور ہے کہ انگریزوں سے تو ترک موالات ہو اور ہندوؤں سے محض سیاسی اتحاد کے لئے موالات روا رکھی جائے۔“ (آر بی۔ مظہری، محترمہ، ”امام احمد رضا دنیائے صحافت میں“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء صفحہ ۲۵)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے وصال باکمال کے بعد آپ کے ”علامہ“ خلفاء اور عقیدت مند علماء نے سختی سے آپ کے فرمان پر عمل کیا، احسن طریقے سے مسلمانوں کی راہنمائی کا بیڑا اٹھا لیا۔ مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن اشد ضروری تھا۔ اس سلسلے میں اہلسنت کے ایک مفکر محمد عبدالقدیر علیہ الرحمۃ نے ۱۹۲۵ء میں ”ہندو مسلم اتحاد پر خط گاندھی کے نام“ میں تقسیم ہند کے سلسلے میں تفصیلی تجاویز پیش کیں کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہو وہ مسلمانوں کو دیئے جائیں، ان علاقوں کی نشاندہی بھی کر دی۔ جن علاقوں میں دوسری قوموں کی اکثریت ہو وہ انہیں دیئے جائیں۔ (محمد مسعود احمد پروفیسر، مسعود ملت تحریک آزادی ہند اور السودالاظم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۷۵) (ملخصاً)

۱۹۳۰ء میں جب علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے خطبہ الہ آباد میں تقسیم ہند کی اس تجویز کو پیش کیا تو خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے اس تجویز کی تائید و توثیق فرمائی :

”ڈاکٹر محمد اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے ..... ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے

سے ظاہر ہو گیا..... کیا یہ کوئی ناانسانی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے فائدہ ملتا تھا..... کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا؟ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقاء کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار مل جاتا تھا..... اس حالت میں مسلمان کھلانے والی جماعت (جمعیت العلماء ہند) وغیرہ ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی رہی اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پٹیا کرے تو اس پر ہزار افسوس۔“ (محمد مسعود احمد، پروفیسر، ”مسعود ملت تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۷۶)۔

مارچ ۱۹۲۵ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد (بھارت) میں ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ چار روز ہوئی..... صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ، حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلفاء و ملازمہ اور عقیدت مند علماء نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

عارف ربانی، مولانا سید احمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ (خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) مولانا سید غلام قطب الدین علیہ الرحمۃ، مولانا سید محمد سلیمان اشرف بھاری (خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) مولانا سید محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ، مولانا شاہ احمد مختار میرٹھی علیہ الرحمۃ (خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)، مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ (ابن و خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ (خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)، مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ (خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ)، مولانا محمد

یعقوب خان بلاسپوری (خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ) مولانا عبدالمجید آنولوی علیہ الرحمۃ، امیر ملت مولانا سید جماعت علی شاہ علی پوری علیہ الرحمۃ، مولانا عبدالحفیظ حقانی آنولوی علیہ الرحمۃ، مولانا محمد حسین اجیری علیہ الرحمۃ، مولانا سید فاضل کچھوچھوی علیہ الرحمۃ، مولانا معوان حسین رامپوری علیہ الرحمۃ، مولانا محمد یسین عباسی چڑیا کوٹی علیہ الرحمۃ۔

اس کانفرنس میں علماء مشائخ کو منظم کیا گیا اور متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کی گئیں۔ اس میں بائیس ہزار سے زائد مقتدر علماء و مشائخ سنی کانفرنس کے سرپرست بن گئے۔ کانفرنس میں شرکاء کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہو گئی۔ (محمد جلال الدین قادری، مولانا، ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۷۶ تا ۹۸)

مولانا سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے اپنے طویل خطبہ کے آخر میں فرمایا :

”اے میرے پیارے سینو ! خدا کرے کہ تم غفلت کو ہٹاؤ، ہوشیار ہو، اغیار کو پہچانو، اپنی تنظیم کی قدر کرو، محبت اور اتفاق کا تحفہ جماؤ، بڑھو، پھلو، پھلو اور تمہارے اقتدار کا پرچم زمین پر لہراتا ہو۔“ (محمد جلال الدین قادری، مولانا، ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۳۶)

حجتہ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے عظیم المثال خطبہ میں ایک جگہ فرمایا :

”الحاصل مسلمان، ہند و اور ہندو پرستوں سے پرہیز کریں، اپنے



امور ان کے ہاتھ میں نہ دیں، اپنے آپ کو ان کی رائے کے سپرد نہ کریں، رہزنوں کو راہنما نہ بنائیں، ان کی مجالس میں شرکت نہ کریں، ان کی چکنی چڑی باتوں اور درد اسلام کی دعووی سے دھوکہ نہ کھائیں، حریفان چابک فن سے بچیں۔“ (محمد جلال الدین قادری، مولانا، ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۸ء ص ۱۷۸)۔

ان کے علاوہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری علیہ الرحمۃ نے بھی بے مثال خطبہ میں مسلمانوں کو منظم کرنے پر زور دیا..... اور ہر قسم کے فتنوں سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔

۱۹۳۵ء میں بدایوں میں بھی آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دیگر مقررین کے علاوہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کی باوقار زندگی کے لئے سیاسی محرکات اور ضروریات پر روشنی ڈالی۔

فروری ۱۹۳۶ء میں پیموند ضلع اٹاوہ میں آل انڈیا سنی کانفرنس، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی، مولانا محمد عبدالخالق بدایونی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی شامل تھے۔ اس کانفرنس میں بھی سیاسیات ہند اور مسئلہ پاکستان کے بارے میں مثبت تقاریر کی گئیں۔ (تفصیل کے لئے ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مرتبہ محمد جلیل الدین قادری مطبوعہ لاہور مطالعہ فرمائیں۔)

قوام پاکستان کی منزل کو قریب تر کرنے کے لئے علماء و مشائخ

ہست نے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ اسی مقصد کے لئے ۳۰ اپریل ۱۹۳۶ء بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد سینوں نے شرکت کی۔ اس تاریخی حقیقت کو سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے بھی تاریخ ۲۲ ستمبر ۱۹۸۰ء مشائخ کنونشن اسلام آباد میں ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے :

”آپ کو بنارس میں منعقد ہونے والا (اپریل) ۱۹۳۶ء کا عظیم اجتماع بھی یاد ہوگا جس میں برصغیر کے طول و عرض سے چھ ہزار علماء و مشائخ اور لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس ایمان افروز اجتماع نے نظریہ پاکستان کی تائید و توثیق کر کے حصول پاکستان کی منزل کو آسان بنا دیا۔“ (ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“ گوجرانوالہ اگست ۱۹۸۲ء ص ۲۔)

حضرت سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے اس کانفرنس میں تاریخ ساز خطبہ دیا جو تحریک پاکستان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا :

”میرے دینی رہنماؤ ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روز مرہ بن گیا ہے در و دیوار پر پاکستان زندہ باد، تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے، نعروں کی گونج میں پاکستان لے کے رہیں گے؟ مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونیٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر جگہ بھی بولا ہے اور ہم سینوں کا بھی یہی

معاورہ ہو گیا اور جو لفظ مختلف ذہنوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں۔ جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتا دے۔“ (محمد جلال الدین قادری ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۷۵ ۳۷۶)

پھر مختلف مفہوموں کا تجزیہ کیا اور بتایا کہ سنی کیا پاکستان چاہتے ہیں؟ تمام مفہوموں کے بعد آپ نے فرمایا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پیش نظر پاکستان کی کیا شکل ہو گی؟ آپ فرماتے ہیں :

”لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایسی ایک خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو، جس کو مختصر طور پر یوں کہئے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو، ہماری آرزو ہے کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے، لیکن اگر عالم اسباب میں رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ حصہ بہ حصہ تھوڑا تھوڑا کر کے پاکستان بنتا جائے تو اس کو بنایا جائے۔ کسی حصہ زمین کو پاکستان بنانا اس کے سوا کسی دوسرے حصے کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہے۔ بلکہ عالم اسباب میں حکمت تدبیر ہے.....“

مزید فرماتے ہیں :

”آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داور حشر کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے؟ پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخشا جائے گا جو کلمہ پڑھ کر اپنے کو سنی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصور سے چڑتا ہو۔“ (محمد جلال

الدین قادری "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۷۷۔

اس کانفرنس میں متفقہ طور پر مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی گئی :

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں کہ جو قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔" (محمد جلال الدین قادری "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۸۳۔)

جون ۱۹۴۶ء ہی میں اجمیر شریف میں آل انڈیا سنی کانفرنس عظیم الشان انداز میں منعقد ہوئی۔ اس میں بھی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے نامور خلیفہ حضرت سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے یادگار خطبہ ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ کر دی۔ فرمایا کہ :

اے سنی بھائیو ! اے مصطفیٰ کے لشکریوں ! اے خواجہ کے مستو ! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی۔ اب بحث کی لعنت کو چھوڑ دو۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔ اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو..... ایک منٹ بھی نہ رکو..... پاکستان بنا لو تو جا کر دم لو..... کہ یہ کام اے سینوسن لو کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات ! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف



کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سینوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے اور نہ سنی کانفرنس سے قلو کی بناء پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چڑ ہے اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا اپنا وظیفہ کون سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے، کھاتے، پیتے پورا نہیں کرتا۔ ”اب رہا پاکستان کا رنیاں است۔“ (محمد جلال الدین قادری ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۰۶)

آل انڈیا سنی کانفرنس نے تاریخی فیصلہ دے دیا کہ :

اگر بالفرض مسٹر جناح ( قائد اعظم ) مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو بھی جائیں تو بھی سنی کانفرنس اس میں ان کی موافقت نہ کرے گی اور اپنا مطالبہ پاکستان ضرور حاصل کرے گی۔ مسلمانوں کو یہ حق مل کر رہے گا.....“ (محمد جلال الدین قادری ”خطبات آل انڈیا سنی“ کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۱۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے پچیسویں عرس مبارک منعقدہ ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۰ جنوری ۱۹۳۶ء کو بریلی شریف میں خلفاء اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تحریک پاکستان کے بارے میں پروز تقاریر فرمائیں۔ مفتی اعظم مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے اپنے خطاب ذیشان میں فرمایا :

”ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلہ

میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں، چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی، سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں، اس وقت ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کی اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کی کانگریس کی حامی جماعتوں کی فریب کاری میں نہ آئیں۔“

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے اپنی تقریر دل پذیر میں فرمایا :

”پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو، مسلمان یہ عزم کر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی حکومت قائم ہونے سے روک نہیں سکتی۔ اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے.....“

خلفاء اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کو قیام پاکستان سے قلبی لگاؤ تھا، حتیٰ کہ عرس کے موقع پر بازار میں قائم کئے جانے والے بعض ہوٹلوں کے نام بھی ”پاکستان“ کی نسبت سے رکھے گئے، مثلاً ایک ہوٹل کا نام ”حامی پاکستان ہوٹل“ (منسوب بہ مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ) تھا۔ (محمد جلال الدین قادری ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص

نومبر ۱۹۴۵ء میں ہندوستان کے مسلم اخبارات و رسائل میں علامہ عیش فیروز پوری علیہ الرحمۃ کے قلم سے ”ترانہ پاکستان“ شائع ہوا۔ جس کے ابتدائی دو شعر یہ تھے ۔

سر تا بقدم قربانی، ہم لوگ ہیں پاکستانی  
ہم لوگ ہیں پاکستانی، ہم لوگ ہیں پاکستانی  
ہے پاک ہمارا باطن، ہے پاک ہمارا ظاہر  
کیا شکل نہیں پہچانی، ہم لوگ ہیں پاکستانی

خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے جولائی ۱۹۱۸ء میں امرتسر سے ”ہفت روزہ الفقہ“ جاری کیا تھا، یہ معروف پرچہ تھا، ۱۹۴۱ء کے بعد اس پرچے کے سرورق پر الفقہ امرتسر (پاکستان) لکھا ہوا تھا۔

(نوٹ) افسوس کہ امرتسر پاکستان میں شامل نہ ہو سکا۔ (صابر)

۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس وقت برصغیر کے ممتاز مسلم لیگی لیڈروں کے علاوہ اہلسنت کی طرف سے علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ ابوالحسنات قادری، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے نمائندگی فرمائی۔ علامہ بدایونی علیہ الرحمۃ نے قرارداد کے حق میں ذیشان خطاب بھی فرمایا۔ (محمد صادق قصوری مؤرخ اکابر تحریک پاکستان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۴۷، ۱۴۹)

تصویر کا دوسرا رخ

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے کہ جب اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے خلفاء تلامذہ اور دیگر علماء اہلسنت نے علامہ اقبال علیہ الرحمۃ اور قائد اعظم کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کو منظم کیا اور پاکستان کی منزل کو آسان کر دیا تو ہندو غیظ و غضب میں آگئے اور انہوں نے تحریک پاکستان کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ ہندوؤں کے لیڈر مہاتما گاندھی نے غصے میں کہا :

”میں ہندوستان کی تقسیم کو ایک گناہ سمجھتا ہوں۔“ (سبح اللہ

”قیام پاکستان کا تاریخی اور تہذیبی پس منظر“ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء ص ۶۶)

مزید کہا : اگر سارا ہندوستان جل کر راکھ ہو جائے، ہم پھر بھی مطالبہ پاکستان منظور نہیں کریں گے، خواہ مسلمان اسے بزور شمشیر کیوں نہ طلب کریں۔“

۲۱ مارچ ۱۹۲۵ء کو دہلی سے شائع ہونے والے اخبار روز نامہ میں لالہ ہردیال نے اپنے رویے میں شدت پیدا کرتے ہوئے کہا :

”مذہب اسلام ایک ایسی انوکھی چیز ہے کہ مسلمان کسی ملک میں دوسری قوموں کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے“ پس اسلام کی تاریخ اور مزاج کو جان کر ہمیں ہندو اتحاد کی کوشش کرنی چاہئے اب تو صرف ذاتی طور پر شدمی کرنی چاہئے، سوراہیہ ملنے پر ریاست کی مدد سے شدمی تحریک کو ترقی دینی ہوگی۔“

سردار ولیہ بھائی پٹیل نے کانگریس کی آٹھویں سالگرہ پر بمبئی میں گوالیاٹنک کے مقام پر تقریر کرتے ہوئے کہا :



” حکومت مسلمانوں کو پاکستان تو کیا ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، پھر بھی مسلمان پاکستان کا شور مچاتے ہیں، پاکستان اگر مل سکتا ہے تو ہندوؤں سے۔“ (سیح اللہ قریشی ”قیام پاکستان کا تاریخی اور تہذیبی پس منظر“ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۱۰۲۔)

پنڈت جواہر لال نہرو کو پاکستان کا مطالبہ کرنے والے کروڑوں مسلمان ”مٹھی بھر“ لوگ معلوم ہونے لگے :

” ایک مٹھی بھر لوگوں کے علاوہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں نسلی، تہذیبی اور لسانی کسی قسم کے اختلاف نہیں ہیں۔“ (نیو یارک ٹائمز ۱۹ جولائی ۱۹۴۲ء) (راجا رشید محمود اقبال، ”قائد اعظم اور پاکستان“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۱۱۰۔)

سر چھوٹو رام نے ۱۸ اگست ۱۹۴۳ء کو کہا :

”مسلم لیگ کو پنجاب کے مسلمانوں کے مفاد کی بالکل پروا نہیں، جب تک میں زندہ ہوں، پاکستان کے خواب کو پنجاب میں ترقی نہ پانے دوں گا۔“

(نوٹ) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے بہت عرصہ پہلے واضح کر دیا تھا کہ ”کافر کا ہر فرد اور ہر فرقہ ہمارا دشمن ہے۔“ ہندو تو روز ازل سے مسلمانوں کا دشمن ہے۔ ان کی دشمنی تو سب پر عیاں ہے۔ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کے لئے ہندوؤں نے مندرجہ ذیل پروگرام اپنے اخبارات و رسائل میں اعلانیہ طور پر شائع کیا، اس پروگرام کو تمام ہندو وقتاً فوقتاً عملی جامہ پہناتے رہتے ہیں۔

## پر وگرام :

- ۱۔ مسلمانوں کی مذہبی یا دیگر رسوم میں شرکت نہ کی جائے۔
- ۲۔ اپنے ہاں کی رسوم میں مسلمان باجہ بجانے والوں کو نہ بلایا جائے۔
- ۳۔ مسلمانوں سے تجارتی لین دین نہ کریں، خصوصاً مسلمانوں سے مال خریدنے سے محترز رہیں۔
- ۴۔ اراضی کی کاشت صرف ہندوؤں سے کرائی جائے۔
- ۵۔ قرضہ کے لین دین میں مسلمان ساہوکاروں یا اسامیوں سے معاملہ طے نہ کیا جائے۔
- ۶۔ کوئی وکیل کسی مسلمان کا مقدمہ نہ لے۔
- ۷۔ تخریہ یا دیگر رسومات اہل اسلام میں مالی مدد نہ کی جائے۔
- ۸۔ مسلمانوں کے ہاتھ کوئی جانور فروخت نہ کیا جائے۔
- ۹۔ کسی کی تعمیر یا کسی اور غرض کے لئے زمین مفت نہ دی جائے اور نہ ہی فروخت کی جائے۔
- ۱۰۔ کسی خانگی کام کے لئے مسلمانوں کو ملازم نہ رکھا جائے۔
- ۱۱۔ مسلمانوں کا مذبحہ نہ خریدا جائے۔
- ۱۲۔ مسلمان فقیروں کو کسی قسم کی خیرات نہ دی جائے کیونکہ اس سے فقیر اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔
- ۱۳۔ مسلمان حکیموں سے ہندو دوا نہ لیں اور ہندو وید یا ڈاکٹر مسلمانوں کو دوا نہ دیں۔

۱۴ - اگر صرف مسلمان پیشہ ور ہوں تو ان پیشوں کی ہندو کو تعلیم دی جائے۔

( اخبار سودھرم مہاراشٹر، اخبار دکیل امرتسر ۶ فروری ۱۹۳۶ء ص ۳ بحوالہ "مضطرب صدائیں" مرتبہ منشی عبدالرحمن خان، مطبوعہ ملتان ۱۹۸۸ء ص ۳۴۰-۳۴۱) (صابر)

ہندوؤں نے کانگریس کو مضبوط کرنے کے لئے بہت سے مسلمانوں کو اور ان کی کئی جماعتوں کو لالچ دے کر اپنا بننا لیا۔ نام نہاد مسلمان جو بچے کانگریسی ہو گئے انہوں نے تحریک پاکستان کی شدید مخالفت شروع کر دی۔

عبداللطیف سیٹھی نے مسلمانوں کی ان جماعتوں کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے تحریک پاکستان کی ہر موڑ پر مخالفت کی تھی۔ وہ لوگ جو پاکستان کی تحریک کے مخالف تھے یہ تھے :

۱ - جمعیت علمائے ہند، اب جمعیت علمائے اسلام یعنی دیوبندی حضرات، یہ لوگ انڈین نیشنل کانگریس کے طرف دار اور ورکرز تھے، پاکستان کی تحریک کے حق میں حصہ لینے والوں کو گمراہ خیال کرتے تھے اور گاندھی نہرو وغیرہ کو اپنا سیاسی لیڈر اور قومی راہنما تسلیم کرتے تھے۔

۲ - اہل حدیث حضرات، یہ علماء بھی پاکستان کی تحریک کے خلاف تھے۔

۳ - احرار، یہ لوگ اسلامی و شرعی و سیاسی نقطہ نظر سے کانگریسی تھے۔

- ۴۔ خاکسار، یہ لوگ بھی پاکستان کی تحریک کے شدید مخالف تھے۔
- ۵۔ اسلامی جماعت، مولانا مودودی صاحب، علامہ اقبال کے ایماء پر پنجاب آئے تھے۔ جب وقت آیا تو پاکستان کی مخالفت کی۔
- ۶۔ اہل حدیث، یہ لوگ بھی پاکستان کی تحریک کے مخالفین کیمپ میں تھے۔

(عبداللطیف سیدھی "نفاذ شریعت کا مسئلہ" روزنامہ جنگ لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء)

مندرجہ بالا جماعتوں کے راہنماؤں نے مسلم لیگ، پاکستان اور اس کی حامی جماعتوں کو تنگی گالیاں دیں اور نظریہ پاکستان کی مخالفت ایسی کی کہ ہندوؤں کو بھی مات کر گئے۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے نعرہ لگایا کہ "قویں اوطان سے بنتی ہیں۔ مذہب سے نہیں بنتیں۔" (سید نور محمد قادری "اقبال کا آخری معرکہ" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۶۶)

ابوالکلام آزاد نے گاندھی کی یوں ترجمانی کی :

"پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے باقی ناپاک۔" (ضیاء الہادی، مولانا پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار" مطبوعہ لاہور ص ۲۳)

مفتی محمود (جمعیت علماء ہند کے رہنما) نے ۱۹۴۴ء میں فتویٰ دیا تھا کہ "دنیا کی تمام قوموں سے رشتے ٹاٹے جائز ہیں لیکن کسی مسلم لیگی کو لڑکی دینا ناجائز ہے....."

(اخبار آزاد ۱۵ اگست ۱۹۴۴ء بحوالہ ہفت روزہ شباب لاہور یکم اگست ۱۹۶۳ء)

تحریک اسلامی اور اس کے مخالفین ص ۳۸۰)

۱۹۴۶ء میں ہندو اخبار روزنامہ ملاپ میں مولوی غلام غوث ہزاروی کا یہ بیان شائع ہوا :

”مسلم لیگی لیڈر کافرہ لڑکیوں سے شادیاں رچا کر بھی مسلمان ہی رہتے ہیں۔ دراصل ان کی مسلمانی گوشت خوری کے لئے ہے۔“

عطا اللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا :

”جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔“ (ظفر علی خان، مولانا ”چمنستان“ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء ص ۱۶۵۔)

حبیب الرحمن لدھیانوی (صدر مجلس احرار) نے میرٹھ میں دانت پیتے ہوئے غصہ میں کہا : ”دس ہزار غلام اور شوکت اور ظفر، جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔“

قاضی منظر حسین چکوال کا بیان ہندو اخبار روزنامہ ملاپ ۳ فروری ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا کہ :

”مسلم لیگ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے اور یہ مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں.....“ (ضیاء المادی مولانا ”پاکستان اور کانگریسی غلام کا کردار“ مطبوعہ لاہور ص ۲۶)

مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے کانگریس کی محبت میں آکر ایک دفعہ پانی کا لوٹا لے کر اور سگریٹ کے ڈبے کے گلوے سے لے کر ایک ہندو دوست کے لئے پاخانہ بھی صاف کیا تھا۔ (عمر اسامیل سنبھلی مولانا ”مقامات تصوف“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۷۴ - ۲۴۸۔)

مفتی کفایت اللہ دہلوی نے فریاد دیا کہ :



”پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے مضر ہے“  
 کیونکہ حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے اور نہ اس کے ملنے کی توقع۔“  
 (نواب الدین گوٹروی، حاجی، ”تحریک پاکستان اور دیوبندیوں کا کردار“ مطبوعہ لاہور  
 ص ۲۶۔)

عطاء اللہ شاہ بخاری نے تحریک پاکستان پر یوں حیرت کا اظہار  
 کیا :

”پاکستان بننا تو بڑی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جتا جو کہ  
 پاکستان کی ”پ“ بھی بنا سکے۔“ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص  
 ۸۸۳) ذیل اشرف رضوی مولانا، ”ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے  
 اور“ مطبوعہ لاہور ص ۱۵۲۔)

عبدالجید شیخ جالندھری (صدر مجلس کارکنان تحریک پاکستان) اپنے  
 چشم دید واقعات لکھتے ہیں :

ایک جلسہ میں جس میں راقم بھی موجود تھا احراری لیڈر مولوی  
 مظہر علی اظہر نے تقریر کرتے ہوئے قائد اعظم کو ”کافر اعظم“ کہا اور  
 ہزاروں کی تعداد میں ایک پمفلٹ بھی تقسیم کیا جس کا عنوان تھا ”قائد  
 اعظم یا کافر اعظم“ ایک دوسرے جلسہ میں جس میں ۹۹ فیصد غیر مسلم تھے،  
 ایک احراری مولوی نے کہا قرآن شریف میں ”گ“ ہے، سب نے کہا  
 ”نہیں“ مولوی نے کہا تو پھر یہ مسلم لیگ کا ”کاف“ کہاں سے آگیا ہے،  
 اس احراری مولوی کو کانگریسی اور گاندھی کے ”کاف“ اس وقت نظر  
 نہیں آتے تھے۔“ (عبدالجید ج، ”عطاء اللہ شاہ بخاری اور تحریک پاکستان“ مشمولہ

ماہنامہ القول السید لاہور دسمبر ۱۹۹۰ء ص ۸۲ (ملخصاً)

دیوبندی مکتبہ فکر کے مقتدر عالم مولانا شبیر احمد عثمانی (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) نے جب دیکھا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلفاء و تلامذہ اور دیگر علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کے لئے جدوجہد تیز کر دی ہے اور پاکستان کی منزل قریب آگئی ہے تو انہوں نے کانگریس نواز جمعیت علمائے ہند سے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ کے حامی ہو گئے، اب ان پر کیا گزری، ان کی زبانی سنئے :

”دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ بخش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں.....“

مزید سنئے :.....

”دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور بخش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ (طاہر احمد قاسمی ”مکاتلہ الصدرین“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۱۔)

مولوی شبیر احمد عثمانی، دارالعلوم دیوبند کی کانگریس نوازی پر یوں افسوس کرتے ہیں :

”افسوس ! دارالعلوم جس کی بنیاد اولیاء و اکابرین نے اسلامی تعلیم اور اس کی روایات کے بقاء و تحفظ کے لئے رکھی تھی، آج کانگریسیوں کا ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے، جس میں ایک ریز رو فوج کافی

تعداد میں ہر وقت جمع رہتی ہے، دارالعلوم کے فرزندوں کو جہاں کانگریسی حکومت کے شوق نے ملکی آزادی کا پروانہ بنا دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دین سے آزادی حاصل کرنی بھی شروع کر دی ہے، آج بہت سے ایسے طلباء موجود ہیں جو محرمات شرعیہ اور منکرات میں اس درجہ مبتلا ہیں کہ شاید کسی ہندو کالج میں یہ بات نہ ہو۔“ (اخبار وحدیت دہلی، ۲۳ دسمبر ۱۹۳۷ء بحوالہ اخبار دہلیہ سکندری رامپور ص ۴، ۵ نومبر ۱۹۳۵ء) (محمد یحییٰ اختر معراجی، مولانا، ”امام احمد رضا اور رویدعات و منکرات“ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۵ء ص ۳۵۹۔)

(نوٹ) دارالعلوم دیوبند کی کانگریس نوازی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، جامع مسجد دہلی کے امام عبداللہ بخاری نے بالکل سچ کہا ہے کہ ”ایک صدی سے بھی پرانی درسگاہ دارالعلوم دیوبند پر آج برسرِ اقتدار اندرا کانگریس اپنے ایجنٹ مولانا اسعد مدنی کے ذریعہ زبردستی قبضہ کئے بیٹھی ہے۔“ (روزنامہ جنگ جمعہ میگزین ۱۹ تا ۲۵ اگست ۱۹۸۸ء ص ۶)

۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن دیوبند منایا گیا جس میں ہندو مسلم اتحاد کی یاد تازہ کر دی گئی، اخباری اطلاعات کے مطابق اندرا گاندھی اور علمائے دیوبند کی تقاریر قدر مشترک اس ”قابلِ فخر“ ماضی کا تذکرہ تھی جس میں اس دارالعلوم کے اکابر کانگریس کے ہمنوا ہو کر مسلمانان ہند کے متفقہ مطالبہ ”قیام پاکستان“ کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ گاندھی نے اعتراف کیا کہ دیوبند نے مہاتما گاندھی کی قیادت میں بالواسطہ جدوجہد آزادی میں تعاون کیا۔

اندازہ لگائیے کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء کو گاندھی خاں سے

کتنا پیار ہے کہ جشن کی مہمان خصوصی مسلمانوں کی دشمن اندرا گاندھی تھی۔ اندرا گاندھی کے مسلمانوں پر مظالم کا جائزہ لیتے کے لئے محمد افضل کی کتاب ”بھارت کی ظالم حکمران اندرا گاندھی“ مطبوعہ ۱۹۷۸ء لاہور کا مطالعہ ٹھیک رہے گا۔

(نوٹ) جشن آفتاب حسین صاحب بھی یوم پیدائش قائد اعظم کے موقع پر اصل حقیقت حال سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

”قیام پاکستان کے وقت صرف ایک بریلوی مکتبہ فکر ایسا تھا جو مسلم لیگ کے ساتھ تھا۔ ان کی ہمدردی مسلم لیگ کے ساتھ تھی، دیوبند کی ساری ہمدردی کانگریس کے ساتھ تھی، شبیر احمد عثمانی (دیوبندی حلقہ سے) نکالنے والوں میں میرا بھی ہاتھ ہے کیونکہ میں اس وقت علاقائی مسلم لیگ کا سیکرٹری ہوا کرتا تھا۔“ (روزنامہ جنگ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۵ء بحوالہ ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“ شمارہ جنوری ۱۹۸۶ء ماہنامہ رضائے مصطفیٰ)

دارالعلوم دیوبند کی ہندو نوازی آپ نے ملاحظہ فرمائی اب آستانہ عالیہ رضویہ بریلی اور دارالعلوم مظہر الاسلام بریلی شریف کے موجودہ سربراہ مولانا ریحان رضا خان بریلوی مدظلہ کا یادگار بیان پڑھئے :

”ہماری جماعت نے قوم کو ایسے افراد دیئے ہیں جنہوں نے کسی موقع پر بھی دین کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس کے برعکس دوسروں (اہل دیوبند) نے ہمیشہ من حیث الجماعت قوم اور دین کا سوا کیا، وہ لب کوثر سے لب گنگا پر پھسل گئے۔ ہماری جماعت سے کوئی ایک فرد بھی

ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا جس نے کسی غیر مسلم کو ”روح عظیم“ کہا ہو یا  
سے اپنی مساجد، مدارس اور مذہبی و دینی مجالس میں بلا کر عزت کا مقام  
دیا ہو۔“ (ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی نومبر و دسمبر ص ۶)

قصہ مختصر مندرجہ ذیل کانگریس کے دلدادہ علماء نے تحریک پاکستان  
کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔

ابوالکلام آزاد، ابوالاعلیٰ مودودی، حبیب الرحمن لدھیانوی، عطا  
اللہ شاہ بخاری، حسین احمد مدنی، داؤد غزنوی، ثناء اللہ امرتسری، اسماعیل  
کانگریسی، عنایت اللہ مشرقی، حبیب الرحمن شامی، کفایت اللہ، مفتی محمد نعیم،  
مفتی محمود، مظہر علی اظہر وغیرہ وغیرہ۔ (تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ کا  
مطالعہ بہت ضروری ہے۔)

- ۱۔ ضیاء الہامی، مولانا، ”پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار“ مطبوعہ لاہور۔
- ۲۔ سید شاہ مصباح الحسن، مفتی، ”کانگریسی مسلمان اور خائف قرآن“ مطبوعہ  
لاہور ۱۹۷۹ء)

- ۳۔ محمد صادق قصوری، میاں، ”جعفران این زماں“ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۸ھ)
- ۴۔ ضیاء اللہ قادری، مولوی، ”مخالفین پاکستان“ مطبوعہ سیالکوٹ)
- ۵۔ محمد شریف نوری، علامہ، ”افکار و سیاسیات علماء دیوبند“ مطبوعہ لاہور  
۱۹۷۲ء)

- ۶۔ نواب الدین گوٹروی، حاجی، ”تحریک پاکستان اور دیوبندیوں کا کردار“  
مطبوعہ لاہور۔

- ۷۔ ابوداؤد محمد صادق، مولانا، ”انگریز اور پاکستان“ مطبوعہ لاہور۔

- ۸۔ مختار جاوید، ”دارالعلوم دیوبند کے سو سال“ مطبوعہ لاہور۔



۹ - نواب الدین گوٹروی، حاجی، ”دورِ رخی“ مطبوعہ لاہور۔

۱۰ - خلیل اشرف اعظمی، مولانا، ”طمانچہ بیواب دھماکہ“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۱۱ - عبدالکیم اختر شاہجہان پوری، مولانا، ”مشعلِ راہ“ مطبوعہ لاہور

تحریک پاکستان کی مخالفت میں مسلمانوں ہی کے طبقے کی ہندو نوازی پر سمجھ اللہ قریشی یوں اظہارِ افسوس کرتے ہیں :

”کس قدر ستم ظریفی ہے کہ ان تمام دینی اور لسانی حمیتوں کے باوجود قائد اعظم کو مسلمانوں ہی کے ایک طبقے نے ”کافر اعظم“ بھی کہا۔ جب بعض علماء نے یہ حربہ استعمال کیا کہ جن مسلمانوں کو محمد علی جناح مسلمہ قوم کا نام دے رہے ہیں وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہی نہیں ہیں، اس لئے ان کی وحدت قومی کی بنیاد پر پاکستان کا مطلب شرعاً غلط ہے۔“

ہندوؤں اور کانگریسی مولویوں نے تحریک پاکستان کو ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، تحریک پاکستان کے حامیوں کو بدنام کیا، گالیاں دیں، مگر علماء و مشائخ اہلسنت نے کسی کی پرواہ نہ کی بلکہ نہایت بے باکی کی اور ہمت سے ”قیام پاکستان“ کے لئے ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۴۶ء میں علماء و مشائخ اہلسنت نے ایک فتویٰ جاری کیا جس میں کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی تائید کی گئی۔ یہ فتویٰ یہ تھا۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء مشائخ کا متفقہ فیصلہ، مسلم لیگ کو ووٹ دے کر کانگریس کو شکست دی جائے۔

”آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ عمل کی تائید

کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو۔ جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش، اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اٹھائے، سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں، ووٹ دے سکتے ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔“

اس فتویٰ پر پچاس سے زیادہ علماء و مشائخ (جن میں اکثر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے خلفاء و تلامذہ تھے) کے دستخط ہیں۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۳۸۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط میں اپنے عزم کا اظہار یوں فرمایا :

”پاکستان کی تجویز سے ”جمہوریت اسلامیہ“ کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں۔ خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔“ (محمد نور مصطفیٰ رضوی، صاحبزادہ، پیکر تقدس مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۲۰)

۱۹۳۶ء کے فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ نے بریلی شریف میں مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا، لیگی رضاکار انہیں جلوس کی شکل میں مفتی اعظم پاکستان کے گھرے لگاتے ہوئے واپس آستانہ عالیہ رضویہ تک لائے۔

(محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، ”اندھیرے سے اجالے تک“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء ص ۲۷۱۔)

مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمۃ (خلف الرشید اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ) کو تحریک پاکستان سے قلبی لگاؤ تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے کسی کی بھی بالکل پرواہ نہ کی بلکہ اگر کسی نامور سنی عالم نے بھی مسلم لیگ کی مخالفت کی تو آپ نے اس سے تعلقات منقطع کر لئے تھے۔ اس ضمن میں اہلسنت کے نامور مناظر شیریشہ اہلسنت مولانا محمد حشمت علی خان علیہ الرحمۃ (خلیفہ حجت الاسلام شاہ حامد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ) مصنف ”الصوارم الهندیہ“ مناظرہ علم غیب وغیرہ) نے مسلم لیگ کی مخالفت کی تو پھر آپ نے ان سے کیا سلوک فرمایا؟

مولانا محمد اول شاہ رضوی ابن مولانا مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنئے :

”مولانا حشمت علی خان لکھنؤی علیہ الرحمۃ نے مسلم لیگ کی مخالفت میں ایک کتاب لکھی تو شہزادہ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمۃ، ان سے اس حد تک ناراض ہوئے کہ آپ نے مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمۃ سے ملنا بھی بند کر دیا تھا اور انہیں بریلی شریف میں عرس کے موقع پر تقریر کرنے کی بھی اجازت نہ دی، تمام سنی علماء نے بھی متفقہ طور پر ان کا بائیکاٹ کر دیا تھا، اب ان کی کیفیت یہ ہو گئی کہ وہ بریلی شریف جاتے تو مزار پر حاضری دے کر خاموشی سے واپس چلے جاتے۔ اس بائیکاٹ میں میرے والد ماجد (مولانا مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی علیہ الرحمۃ) بھی شریک تھے کیونکہ اس وقت

موقع ایسا تھا کہ تمام دیوبندی مولوی تحریک پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے اور اس کے برعکس تمام سنی علماء و مشائخ حصول پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔

مولانا اجمل شاہ صاحب سنبھلی علیہ الرحمۃ نے مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمۃ کی کتاب کے جواب میں دو کتابیں ”رضوی تیشہ بر خفائے شیریشہ“ اور ”ہفتا سوالات بر صاحب چادرہ جمالات“ لکھیں۔ جب مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمۃ نے ان کتابوں کا مطالعہ فرمایا تو فوراً مولانا اجمل خان شاہ سنبھلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گفت و شنید کے بعد شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمۃ کے ربوہ معافی کے طلبکار ہوئے اور تحریری معافی نامہ بھی لکھ کر دیا۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے قدموں پر گر پڑے، شہزادہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے انہیں معافی دے دی اور پھر مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمۃ کا بایکٹ ختم کر دیا گیا اور عرس کے موقع پر ان کی تقریر بھی ہوئی۔ اس واقعہ کے عینی گواہوں میں جناب اقبال احمد نوری، ساجد علی خان، (داماد مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ) اور مولانا سید مصطفیٰ علی سنبھلی شامل تھے۔ (اس واقعہ کے راوی مولانا محمد اول شاہ رضوی الحمد للہ بقید حیات ہیں۔ ماہنامہ القول السید لاہور میں کلام رضا کی شرح قسط وار لکھ رہے ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ)

(ماہنامہ فیضان نعل آباد حمبر، اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۴۱ (ملخصاً))

نوٹ : کیا دیوبندی حلقہ سے بھی ایسی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟  
ہاں اگر کسی نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تو اسے ابو جہل وغیرہ تک کہا گیا

ہے۔ (تفصیل گزر چکی ہے۔)

آج کل بعض کانگریسی علماء ”تجانب اہلسنت“ نامی کتاب کے فوٹو لے کر شائع کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اہلسنت (بریلوی مکتبہ فکر) نے مسلم لیگ کی مخالفت کی تھی؟ اس طرح بھی ان کی خواہش پوری نہ ہوگی کیونکہ :

اول : تجانب اہلسنت نہ تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے نہ آپ کے شہزادگان، خلفاء و تلامذہ میں سے کسی نے اس کی تائید فرمائی، نہ یہ کہ مرکز اہلسنت بریلی شریف سے شائع ہوئی، نہ پوری دنیائے اہلسنت و اکابر اہلسنت کا اس سے متفق ہونا ضروری ہے.....

دوم : تجانب اہلسنت کے مصنف مولانا محمد طیب دانا پوری نے اگر مسلم لیگ یا اس کے لیڈروں سے کوئی اختلاف کیا ہے تو گاندھی اور کانگریس کی حمایت بھی تو نہیں کی بلکہ اس کتاب میں کانگریس کی بھی شدید مخالفت کی ہے : مثلاً

”آہ کیا غضب ہے، دہریت کو اسلام بتا کر اس کی اشاعت کی جارہی ہے۔ حیف ! کیا ظلم ہے کہ انکار قرآن کو قرآنی تعلیم بتایا جا رہا ہے۔ کیا ستم ہے کہ بے دینی کا نام الدین القیم رکھا جاتا ہے، اللہ وانا الیہ راجعون“ یہ ہے گاندھی کی غلامی، یہ ہے احرار گاندھویہ کی امامی، یہ ہے مسٹر کی ابوالکلامی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔“

(محمد طیب دانا پوری، مولانا، تجانب اہلسنت مطبوعہ لاہور ص ۱۶۴)

جبکہ اس کے برعکس پورے مکتبہ دیوبند میں شبیر احمد عثمانی یا



اشرف علی تھانوی کے محدود حلقے کے دو چار آدمیوں کے سوا تقریباً سارے علماء گاندھی کے چرنوں میں تھے۔

سوم : جن سیاسی لیڈروں پر اس کتاب میں فتاویٰ ہیں ان پر مختلف ادوار گزرے ہیں، بعض پر حسب حال فتاویٰ ہیں، بعض پر ان کے سابقہ عقاید و نظریات کی بنا پر ہیں اور لیڈروں کی فہرست میں متعدد ایسے افراد ہیں جن پر خود اکابر دیوبند کے بھی فتاویٰ ہیں اور کئی حضرات اس فہرست میں ایسے ہیں جن کے خود آپس میں ایک دوسرے پر فتاویٰ ہیں (تفصیل کے لئے مولانا محمد حسن علی رضوی کی تصنیف ”برہان صدات برنجدی بطلالت“ مطبوعہ لاہور کا مطالعہ فرمائیں۔

چہارم : اہلسنت کے جید علماء کرام بارہا اس کتاب سے برات کا اظہار فرما چکے ہیں مثلاً غزالی دوران علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

”تجانب اہلسنت کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے۔ لہذا اہلسنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہلسنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔“ (عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، ”امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ اپنوں اور غیروں کی نظر میں“

مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء ص ۳۱)

علامہ سید محمود احمد رضوی (صدر دارالعلوم حزب الاحناف  
لاہور) رقمطراز ہیں :

” اتنی بات درست ہے کہ اس کتاب کے مؤلف مولوی محمد طیب  
دانا پوری، حزب الاحناف ہند کے فارغ التحصیل ہیں مگر انہوں نے اس  
کتاب میں جو لکھا ہے، بریلوی مکتبہ فکر کے علماء نہ اس کے مؤید ہیں اور  
نہ اس کے تمام مندرجات کو صحیح و درست مانتے ہیں مگر اس کے باوجود  
تجانب کے حوالوں سے علماء بریلی کو بدنام کرنے کی سعی مذہوم کی جاتی  
ہے۔“ (سید محمود احمد رضوی، علامہ، سید ابوالبرکات قدس سرہ مطبوعہ  
لاہور ۱۹۷۹ء ص ۴۵۰)

مولوی غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں :

” تجانب اہلسنت میں جو کچھ انہوں نے لکھا وہ ان کے ذاتی  
خیالات تھے، اہلسنت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے بنارس کانفرنس میں  
قرارداد قیام پاکستان منظور کر کے تجانب اہلسنت کے مندرجات کو عملاً رد  
کر دیا تھا۔ لہذا سیاسی نظریات میں ایک غیر معروف امام (مولانا طیب)  
اور غیر مستند شخص کے سیاسی نظریات کو سودا اعظم اہلسنت پر لاگو نہیں کیا  
جاسکتا، نہ یہ شخص ہمارے لئے حجت ہے اور نہ اس کے سیاسی افکار۔“  
(غلام رسول سعیدی، مولانا، ”مقالات سعیدی“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص  
۵۵۱ ملخصاً)۔

کیا علماء دیوبندی نے بھی اسی طرح کانگریس نواز علماء سے برات کا  
اظہار کرنے کی زحمت گوارا کی ہے۔ (صابر)

مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری علیہ الرحمۃ (خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) نے دو قوی نظریہ کی حمایت میں ایک جامعہ فتویٰ مرتب فرما کر شائع کیا، جس سے کانگریس نواز علماء بڑے چراغ پا ہوئے اور پورے ہندوستان میں کھلبلی مچ گئی، ہندو اور کانگریسی علماء نے شدید مخالفت کی مگر آپ نے سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کیا۔

مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ (خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں اپنی خدمات کا یوں ذکر کیا ہے :

”فقیر نے تعمیر پاکستان میں جو نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن کو تقویت دینے کے لئے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کا پورا دورہ کیا اور اس سلسلے میں جو فقیر کی تقریریں ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے جو بفضلہ تعالیٰ قلم بند ہے، مگر فقیر اپنی شہرت کا نہ کبھی طالب ہوا، نہ اس کی ضرورت سمجھی، مسٹر جناح کے ایک شکریہ کا خط بھی محفوظ ہے، اللہ میری کوششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو ہر قسم کے شر و فساد اور پریشانی سے محفوظ فرمائے۔ آمین واللہ الموفق۔“ (محمد برہان الحق جبل پوری مفتی، ”اکرام امام احمد رضا“ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء ص ۱۱۸)

تحریک پاکستان میں خلفاء اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے علاوہ آپ کے تلامذہ اور عقیدت کیش علماء کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ بخوف طوالت صرف اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں :

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، صدر الافاضل سید محمد نعیم

الدین مراد آبادی، سید محمد دیدار علی محدث الوری، مفتی محمد برہان الحق  
 جبل پوری، مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان نوری، مولانا محمد شریف  
 کوٹلوی، حجتہ الاسلام محمد حامد رضا خان بریلوی، ابوالبرکات سید احمد  
 قادری، مولانا محمد امجد علی اعظمی، مولانا سید فتح علی شاہ، مولانا عبدالحی پیلی  
 بھمتی، مولانا عبدالاحد پیلی بھمتی، پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری،  
 پیر محمد امین الحسنات مانگی شریف، امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی  
 پوری، مولانا مفتی صاحب داد خان، مولانا عبدالخالق بدایونی، پیر عبدالرحمن  
 بھرجوٹی، مولانا عبدالسلام باندوی، سید غلام الدین گولڑوی، مولانا فضل  
 الحسن حسرت موہانی، مولانا محمد سردار احمد قادری، مولانا محمد عبدالغفور  
 ہزاروی، مفتی محمد عمر نعیمی، امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری،  
 مفتی اعظم مولانا محمد مظہر اللہ دہلوی، مولانا سید احمد سعید کاظمی، مولانا شاہ  
 محمد عارف اللہ قادری، پیر خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، صاحبزادہ سید محمود  
 شاہ گجراتی، خواجہ غلام السیدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

کہاں تک لکھے جائیں، کتنے شمار کرائیں، اگر تمام اکابرین کی صرف  
 فہرست ہی مرتب کی جائے تو ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ (تفصیلات  
 کے لئے درج ذیل ماخذ کی طرف رجوع کریں۔)

۱۔ محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری، ”تذکرہ خلفائے اعلیٰ  
 حضرت“ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء۔

۲۔ محمد جلال الدین قادری ”خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس“ مطبوعہ  
 لاہور ۱۹۷۸ء۔

۳۔ محمد صادق قصوری ”تذکرہ اکابر پاکستان“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء۔

۴ - محمود احمد قادری، پیر، مولانا، "تذکرہ علماء اہلسنت" مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۹۲ء۔

۵ - محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، "تذکرہ اکابر اہلسنت" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء۔

۶ - محمد مسعود احمد، پروفیسر، "تحریک آزادی ہند اور السواداعظم" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء وغیرہ۔

مندرجہ بالا علماء و مشائخ نے قیام پاکستان کے لئے بے شمار قربانیاں دیں، بالآخر ان کی قربانیاں کام آئیں، کامیابی نے ان کے قدم چومے، راہ ہموار ہو گئی۔ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" معرض وجود میں آگیا، گاندھی اور کانگریسی علماء کو شکست فاش ہوئی۔ ان کے مذموم ارادے خاک میں مل گئے۔

مولانا قاری احمد پبلی بھٹی (ایڈیٹر پیام حق کراچی) رقمطراز

ہیں :

"۳ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان کے مطابق حکومت برطانیہ نے ہندو پاک سے اپنا اقتدار اٹھا لیا اور ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اختیارات مسلم لیگ اور کانگریس کے حوالے کر دیئے۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ / ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کراچی آئے اور مسلم لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناح کو نئی مملکت پاکستان کے اختیارات سونپ دیئے اور قائداعظم نے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے جملہ اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ اسی طرح ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی میں ہندوستان کی



حکومت کانگریس کے ہاتھ میں دے دی گئی اور غیر مسلموں نے بعض دور اندیشیوں کے تحت ماؤنٹ بیٹن ہی کو اپنا پہلا گورنر جن لیا۔“ (قادی احمد پبلی بھیتی، مولانا، ”تاریخ ہندو پاک“ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء ص ۱۸۲۔)

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم کی طرف سے علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ (خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) کو اسلامی ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کا فریضہ سونپا گیا، آپ نے تنہا بین الاقوامی سطح پر تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے اغراض و مقاصد پر طویل لیکچر دے کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا، قائد اعظم علیہ الرحمۃ نے آپ کی انہی اسلامی اور ملی خدمات کے پیش نظر آپ کو ”سفیر اسلام“ کا خطاب دیا، پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان مرحوم کی دعوت پر آپ اپنی تبلیغی مصروفیات مختصر کر کے پاکستان تشریف لائے، قیام پاکستان کے چند دنوں بعد کراچی میں سرکاری سطح پر نماز عید الفطر ادا کی گئی، اس عظیم الشان اجتماع کے موقع پر آپ ہی نے نماز عید کی امامت فرمائی اور خطبہ ارشاد فرمایا، بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ، خان لیاقت علی خان مرحوم اور دوسرے اہم سرکاری و غیر سرکاری شخصیات نے علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی اقتدا میں نماز عید پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ (محمد سلیم مست قادی، ”مبلغ اعظم اسلام اور روحانی پیشوا“ مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۸۹ء ص ۲۲، ۲۳ ملخصاً)

مفسر الاطباء حکیم محمد حسین بدر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :

”قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی علیہ

الرحمۃ (صدر آل انڈیا سنی کانفرنس) حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب  
 نبی علیہ الرحمۃ (نائب ناظم اعلیٰ) اور حضرت حکیم مفتی غلام معین الدین  
 نبی علیہ الرحمۃ (جنرل سیکرٹری آل انڈیا سنی کانفرنس) ماہ مارچ ۱۹۴۸ء  
 میں دہلی سے بذریعہ طیارہ پاکستان تشریف لائے، یہاں انہوں نے اسلامی  
 دستور کے نفاذ کے لئے قائد اعظم اور نوابزادہ لیاقت علی خان وزیراعظم  
 پاکستان اور دوسرے مقتدر افراد کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ انہی دنوں آپ  
 کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی جس کی وجہ سے آپ کو فوراً پاکستان  
 چھوڑ کر مراد آباد واپس جانا پڑا اور ان صاحبان سے وعدہ فرمایا کہ دستور  
 اسلامی مرتب کر کے بھیج دوں گا۔

ہندوستان کی واپسی کے لئے جب آپ والٹن لاہور ہوائی اڈہ پر  
 تشریف لائے تو پاکستان کے علماء کرام اور سیاسی لیڈروں کا جم غفیر والٹن  
 ہوائی اڈہ پر آیا، آپ کی حالت دیکھ کر تمام لوگ چشم پر نم تھے، اس وقت  
 راقم الحروف (حکیم محمد حسین بدر) بھی ہوائی اڈہ پر موجود تھا، آپ کی  
 حالت سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ کا پاکستان میں یہ آخری دورہ ہے،  
 ہندوستان پہنچنے کے بعد کچھ طبیعت سنبھلی تو آپ نے پاکستان کے دستور  
 اسلامی کی تدوین و ترتیب شروع کر دی، دستور کی تیاری کے لئے مختلف  
 اسلامی ممالک کے دساتیر و قوانین کے مسودے جمع کئے، اسلامی دستور کے  
 خاکہ کے لئے چند ہی دفعات لکھی تھیں کہ آپ کی صحت دوبارہ جواب  
 دے گئی، ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اس جہان فانی سے عالم بقاء کی طرف  
 تشریف لے گئے۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔ (محمد حسین بدر، حکیم شمس الاطباء،

سمات ستارے، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۸۴۔)

نوٹ : صدر الافضل علیہ الرحمۃ اسلامی دستور کی تقریباً گیارہ دفعات مرتب فرما چکے تھے تفصیل کے لئے دیکھئے۔ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ مطبوعہ لاہور راز پروفیسر اشتیاق طالب۔

مندرجہ بالا ناقابل تردید شواہد و حقائق کی روشنی میں یہ تاریخی حقیقت بالکل بے غبار ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ اور آپ کے مشاہیر خلفاء و تلامذہ اور عقیدت کیش علماء اور ان کے مریدین، تلامذہ متوسلین اور متعلقین نے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دے کر تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کیا تھا۔

یہ کتنا المیہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے طویل عرصہ بعد بھی تاریخ کا طالب علم ان اکابرین کی خدمات سے کماحقہ آگاہ نہ ہو سکا۔ انہوں نے ان بزرگوں کے کارناموں کو صفحہ قرطاس پر لانے کی زحمت گوارہ نہ کی، دوسروں نے اس غفلت سے فائدہ اٹھا کر تاریخ کے طالب علم کو غلط اور نامکمل مواد فراہم کیا، جن اکابرین نے اپنے خون سے تحریک پاکستان کو سینچا تھا، ان کے تذکرے سے نصاب تعلیم کی کتابیں خالی ہیں اور جن لیڈروں نے تحریک پاکستان کی سختی سے مخالفت کی تھی، گاندھی کی ہمنوائی کی تھی، انہیں قوم کا ”ہیرو“ بنایا گیا ہے۔ بعض مورخین نے تو تعصب بخل اور جھوٹ سے تحریک پاکستان کو دھندلکوں کی نذر کر دیا ہے۔

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے

منزل انہیں ملی جو شریک سہزنہ تھے

جناب محمد انور قریشی (سیکرٹری، انجمن خدام اسلام، پاکستان) نے

کیسی خدا لگتی بات کہی ہے :

”اکثر لوگ بار بار جھوٹ بول کر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ ہے اور حق ہے، مگر جلد یا بدیر جھوٹ بے نقاب اور حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ ان کی ذہنیت، انداز فکر اور طرز عمل چھپا نہیں رہتا، ان کا نفاق ظاہر ہو جاتا ہے، اس سے عارضی فائدہ تو ہو سکتا ہے، مگر جلد ہی جھوٹ اور تضاد ظاہر ہونے پر ہمیشہ کے لئے جھوٹ بولنے والے کا اعتماد جاتا رہتا ہے اور سوسائٹی میں اس کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔ (محمد انور قریشی ”ایمان شکن، دین شکن کون؟“ مطبوعہ لاہور ص ۱۱)

حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ (بانی مرکزی مجلس رضا لاہور) ایک انٹرویو دیتے ہوئے اور جھوٹے مؤرخین کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”مطالعہ میرا شروع سے شغف رہا ہے، میرے مطالعہ کے نتیجے میں مجھے اس بات نے پریشان کیا کہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں ان علماء نے کہ جنہوں نے کھل کر پاکستان کی مخالفت کی، انگریزوں کی کاسہ لیس کی ان کا تذکرہ تو ہیرو کے طور پر ملتا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کہ جن کے حوالے سے تاریخ میں انگریز دوستی یا تعلق کا کوئی حوالہ نہیں ملتا بلکہ انگریزوں کے شدید مخالف نظر آتے تھے، ان کا سرے سے کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے، مجھے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے بارے میں پڑھنے کی مزید جستجو ہوئی، یہ ۱۹۶۰ء کی بات ہے، میں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصانیف جو کہ اس دور میں نایاب تھیں، تلاش کر کے پڑھیں اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ

حالیہ تاریخی کی ایک مظلوم شخصیت ہیں لہذا اس پر کام کرنے کا ارادہ کیا اور کام شروع کر دیا۔ ”ماہنامہ جہانِ رضا“ لاہور مئی ۱۹۹۳ء ص ۱۳، ۱۵ (ملخصاً)

نوٹ : اسی وجہ سے آپ نے مرکزی مجلسِ رضا لاہور کا قیام عمل میں لایا تھا۔ (صابر)

حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کی تحریک پر جب اہلسنت کے قلمکاروں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھا اور اکابرین کے کارناموں کو صفحہ قرطاس پر منتقل کیا جانے لگا تو رفتہ رفتہ باطل پراپیگنڈے کا طلسم ٹوٹنے لگا اور حق کھل کر سامنے آنے لگا۔ جھوٹ و افتراء کی تمہیں آنا فنا ختم ہوتی چلی گئیں، جب مطلع صاف ہوا تو تحریک پاکستان میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ اور آپ کے خلفاء و ملامدہ کا کردار نکھر کر سامنے آگیا تو پھر انصاف پسند کہنے لگے :

پروفیسر محمد طفیل سالک

اگر علامہ اقبال پاکستان کے نظریاتی باپ اور قائد اعظم پاکستان کے سیاسی باپ ہیں، تو مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ پاکستان کے روحانی باپ ہیں، کہ ان کے عظیم رفقاء کے تعاون کے بغیر پاکستان کی عظیم ترین اسلامی مملکت کبھی عالم وجود میں نہ آتی۔“ (محمد طفیل سالک

”اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ“ مطبوعہ لاہور، آباد ص ۲

خواجہ نیک عالم صاحب ایم، اے، ڈی، بی، ایم پشاور



## خواجہ نیک عالم صاحب ایم، اے، ڈی، بی، ایم پشاور

تحریک ترک موالات ۱۹۲۰ء میں گاندھی کے ایماء پر رونما ہوئی تھی، اس کی تائید کئی مسلمان علماء نے بھی کی اور ہندو مسلم اتحاد جائز قرار دیا، ایسے نازک وقت میں چند دور بین نگاہیں ایسی تھیں جنہوں نے اس تحریک کے دور رس نتائج کو محسوس کر لیا تھا، اس لئے انہوں نے اس تحریک کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور بروقت مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ ان میں امام احمد رضا خان بریلوی (علیہ الرحمۃ) سرفہرست تھے..... (محمد مسعود احمد پروفیسر، "فاضل بریلوی اور ترک موالات" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۹۹ ملخصاً)

نوٹ : پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے مقتدر ججوں نے بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات کو تسلیم کر لیا ہے۔ (صابر)

## جناب تاج محمد صدیقی القادری پشاور

”تحریک ترک موالات محض ایک ڈھونگ تھا، جو دراصل مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے ایک سیاسی چال تھی، حضرت فاضل بریلوی (علیہ الرحمۃ) گاندھی کی ایک پرفریب، مشرکانہ چال سے خوب واقف تھے، آپ کی دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ یہ ایک کافرانہ چال ہے۔ چنانچہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس نازک دور میں اس مشرکانہ (ہندو مسلم) اتحاد کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا اور..... (محمد مسعود احمد)

پروفیسر، ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۰۰ ملحظاً)

پروفیسر سید محمد عارف ایم، اے، ایس، ای، کالج بہاولپور

”یہ امر یقیناً باعث تعجب ہے کہ اہل کتاب سے ترک تعلق کرنے والے ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کا نعرہ لگانے میں عار محسوس نہ کریں۔ ہندو بھی کافر و مشرک تھے بلکہ وہ تو مسلمانوں کو اچھوت پلچھ اور ناپاک تصور کرتے تھے، فاضل بریلوی (علیہ الرحمۃ) نے بروقت آواز حق کو بلند کیا۔“ (محمد مسعود احمد، پروفیسر، ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ مطبوعہ لاہور

۱۹۷۶ء ص ۱۰۳)

## علامہ عرشی امرتسری

”مسلمانوں ہی میں کچھ شخصیتیں ابھریں اور انہوں نے اپنے پرائیویٹ کے تیر و تفنگ کی پروا نہ کرتے ہوئے نعرۂ اختلاف بلند کیا اور اپنے زیر اثر حلقوں کو ترک موالات اور ہجرت ایسے تباہ کن اور قطعی غیر مال اندیشانہ اقدام سے بچایا، انہی میں ایک نمایاں نام مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی (علیہ الرحمۃ) کا ہے۔“ (محمد مسعود احمد، پروفیسر، ”فاضل بریلوی

اور ترک موالات“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۱۰۹)

ڈاکٹر سید نظیر حسین زیدی ایم، اے، پی، ایچ، ڈی

”بلاشبہ ہندوستان اس پر آشوب دور میں ترک موالات کی حمایت میں متفق اللفظ بلکہ متفق العمل بھی تھے لیکن فاضل بریلوی (علیہ الرحمۃ)

نے اپنی فکر رسا اور ذہن صائب سے اس امر کا جائزہ لیا کہ یہ تحریک اسلام اور مسلمانوں کے لئے کتنی مہلک ہے اور پھر اکثریت کے فیصلے کی پروا کئے بغیر شریعت کا فیصلہ نافذ کیا۔“ (محمد مسعود احمد، پروفیسر، ”فاضل بریلوی

اور ترک موالات“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۱۹)

شمس الاطباء حکیم محمد حسین بدر (علیہ الرحمۃ) بی۔ اے علیگ

”تحریک ترک موالات جو گاندھی کے اشارے پر شروع ہوئی، اس کے متعلق حکم شرعی بیان کرتے ہوئے آپ نے ۱۹۲۰ء میں ”المحجۃ الموثقہ“ کے نام سے جو کتاب لکھی وہ مسلمانوں کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوئی، حتیٰ کہ قائد اعظم محمد علی جناح جیسے راہنما جو پہلے کانگریس میں تھے، اس کتاب کی اشاعت کے دس سال بعد دو قومی نظریہ کی طرف مائل ہو گئے، انصاف سے کام لیا جائے تو گاندھی سیاست کے دور میں دو قومی نظریہ کو پیش کرنے والے فاضل بریلوی (علیہ الرحمۃ) ہی تھے۔“ (محمد حسین بدر، حکیم شمس الاطباء ”سات ستارے“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص

(۴۲)

جناب اعجاز بٹالوی صاحب

”جب برصغیر پاک و ہند میں کانگریس نے متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کیا اور اس نعرہ کے پس پردہ گاندھی ازم کا پرچار کر رہی تھی، اسلامی تصور حیات پر خود مسلمان جذبات کی رو میں بہہ کر حملہ آور ہو رہے تھے، بڑے بڑے علمی ادارے اور نامور علماء اپنا دینی اور علمی وقار

جذبات کی بھینٹ چڑھا رہے تھے، اس وقت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے ہندو سازش کو ناکام بنانے کے لئے ہندو ازم کو ٹکڑا کر یہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا وہ علمی کارنامہ ہے جس پر ہر پاکستانی کو فخر ہے۔“ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۸ مارچ ۱۹۷۴ء)

## حضرت شیخ سید یوسف ہاشم الرفاعی مدظلہ

”جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد کے دور ابتلاء میں انہوں (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) نے مسلمانوں کی راہنمائی کرتے ہوئے ہندوستان کے انگریز اور کفار و مشرکین نو آبادیاتی کار کے ساتھ ہر قسم کے لین دین اور ان کے سایہ و داد و محبت کے سلوک کے عدم جواز کا فتویٰ دیا کہ ہر مشرک کی ساتھ کسی قسم کی محبت مطلقاً حرام ہے۔“ (روزنامہ جنگ ۲۲ اگست ۱۹۹۲ء اشاعت خصوصی)

## جسٹس میاں محبوب احمد صاحب

”سیاسی میدان میں گاندھی کے فریب نے تحریک خلافت میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کر دیا تھا، مولانا بریلوی علیہ الرحمۃ نے قبل از وقت مسئلہ خلافت کو اجاگر کیا تھا اور ہجرت سے منع فرمایا تھا۔ اسی طرح گائے کے ذبیحہ گاندھی نے امتناع کے فتاویٰ حاصل کئے اور شعائر اسلام پر پابندی لگانے کا نیا انداز اختیار کیا، امام موصوف نے شدت سے اس فکر کا علمی تعاقب کیا، امام رضا (علیہ الرحمۃ) نے مسلمانوں کی اجتماعی حیات کے لئے جو آئین بنایا، اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و آلہ وسلم سے وفاداری غیر مشروط پر رکھی۔“ (رفوزنامہ جنگ ۲۴ اگست ۱۹۹۲ء اشاعت خصوصی)

### جسٹس محمد اجمل میاں صاحب

”امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی ذات سے کون واقف نہیں، ان کی ہستی وہ ہے جس نے مسلمانان ہند کی ازسرنو شیرازہ بندی کی اور ان کے لئے ایک واضح لائحہ عمل متعین کر کے منزل مقصود سے ہمکنار کیا۔“

### جناب جسٹس عبادت یار خاں صاحب

”جب ترک موالات اور ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے اپنے دوش پر ہندوؤں کو مسجدوں کے منبروں تک لے آئے تھے تو انہوں نے ”دو قومی نظریہ“ کا نعرہ بلند کیا تھا اور بالا آخر وہ بات جو انہوں نے ۱۹۲۱ء میں کہی تھی وہ تحریک پاکستان کی بنیاد بنی، وہی بات علامہ اقبال (علیہ الرحمۃ) نے کہی اور وہی بات حضرت قائد اعظم نے کہی۔“

### جناب محمد جعفر صاحب (ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کراچی)

بلاشبہ ان کی ذات گرامی نمایاں طور پر تمام ہندوستان کے علماء و دانشوروں سے تاریخی اعتبار سے سبقت لے جا چکی ہے اور ان کے جانشین، خلفاء و تلامذہ کی کثیر تعداد نے غیر منقسم ہندوستان میں اسی دو قومی نظریے کو فروغ دیا اور تحریک پاکستان کو نئی جہت عطا کی۔“



ڈاکٹر محمد شمس الدین ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

”امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ”دو قومی نظریہ“ کی علمی تشریح و تعبیر پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنا وسیع حلقہ عقیدت پیدا کیا اور ان کے اس عظیم حلقہ ارادت نے تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم کی بھرپور مدد کی، گویا اس طرح بالواسطہ آپ نے تحریک پاکستان کو تقویت بخشی۔“

(ماہنامہ جہان رضا لاہور اپریل ۱۹۹۳ء ص ۱۱)

جناب محمد علی چراغ (مورخ)

”مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ روز اول سے دو قومی نظریہ کے علمبردار تھے اور آخر تک اس کے لئے کوشاں رہے، وہ ہندو کی سیاسی چالوں سے بخوبی باخبر تھے اس لئے سیاست ملیہ کے ہر اہم موڑ پر انہوں نے مسلمانوں کو خبردار کیا۔ ہندو کے چھپے ارادوں اور ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔“ (محمد علی چراغ ”تحریک پاکستان میں مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا قصہ“ مشمولہ مجلہ اوج لاہور قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۹۱ء ص ۱۵۳)

جناب ولی مظہر ایڈووکیٹ

”حضرت احمد رضا خان (علیہ الرحمۃ) نے گاندھی جیسے مکار اور ”عیار ہندو لیڈر سے ایسے دور میں ملاقات سے انکار کر کے دو قومی نظریے کو تقویت پہنچائی جب بڑے بڑے مسلمان قائدین نے دانتہ اور نادانتہ

طور پر تحریک خلافت جیسی خالصتاً اسلامی تحریک کا امام ”گاندھی“ کو بنایا ہوا تھا۔ بعد کے حالات نے حضرت امام احمد رضا خان (علیہ الرحمۃ) کے موقف کو سچا ثابت کر دیا۔“ (دلی مظہر ایڈووکیٹ ”عظمتوں کے چراغ“ ج ۳

مطبوعہ ملتان ۱۹۸۹ء ص ۱۳۵)

### مولانا کوثر نیازی (سابق وفاقی وزیر)

”امام احمد رضا خان (علیہ الرحمۃ) گاندھی کے بچائے ہوئے اس دام ہمرنگ زمین کو خوب دیکھ رہے تھے، انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال (علیہ الرحمۃ) اور قائد اعظم (علیہ الرحمۃ) بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے۔ دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کے عقیدے میں امام رضا (علیہ الرحمۃ) مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی، پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ حاصل نہ ہوتا اگر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔“ (کوثر نیازی، مولانا، ”امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت“ مطبوعہ

کراچی ۱۹۹۱ء ص ۵۲)

### جناب محمد میاں شفیع (م-ش)

”اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمۃ) ایک بہت بڑے جید عالم دین اور سینکڑوں کتابوں کے مصنف تھے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد یا متحدہ قومیت کے دشمن تھے، وہ کفر اور اسلام کی کھڑی کو دل سے ناپسند کرتے تھے اور تاریخ کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمۃ) کا

مسک مسج تھا۔“ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۰ء جمعہ میگزین  
ملخصاً)

## جناب میاں عبدالرشید مرحوم

”گاندھی کی آندھی نے جو خاک اڑائی تھی اس میں بڑوں بڑوں  
کے پاؤں اکٹڑ گئے اور بیٹائی زائل ہو گئی، مگر علامہ اقبال (علیہ الرحمۃ)  
اور قائد اعظم (علیہ الرحمۃ) کے علاوہ تیسری بڑی شخصیت جو اس شور و  
غوغا اور ہڑبازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی۔ حضرت احمد رضا بریلوی (علیہ  
الرحمۃ) تھے۔ آپ نے ان دنوں بھی اس بات پر زور دیا کہ اپنی دونوں  
آنکھیں کھلی رکھنی چاہئے۔ انگریز اور ہندو دونوں ہمارے دشمن ہیں،  
کانگریسی مسلمانوں نے صرف اپنی ایک آنکھ کھلی رکھی تھی، صرف انگریز  
کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔“ (ماہنامہ خیائے حرم لاہور جنوری ۱۹۸۳ء ”اعلیٰ حضرت  
بریلوی علیہ الرحمۃ نمبر“)

## ڈاکٹر مطلوب حسین ڈپٹی ڈائریکٹر وزارت مذہبی امور

”تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلم لیگ کی تائید اسی دوسرے  
گروہ نے کی جن کے روحانی پیشوا اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی (علیہ  
الرحمۃ) تھے۔ ہر چند کہ یہ دور سیاسی بلوغت کا نہ تھا لیکن اعلیٰ  
حضرت (علیہ الرحمۃ) نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ ہندی  
مسلمان کی نجات کا تمام تر دارومدار ان کے الگ تشخص اور اسلامی نظام  
کے نفاذ پر ہے۔“ (سالنامہ مطارفِ رضا، شمارہ ہفتم، ۱۹۸۷ء مطبوعہ کراچی، ص

جناب خان محمد علی خان ہوتی (سابق وفاقی وزیر تعلیم)

”اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے صرف دو قومی نظریہ کی علمی تشریح و تعبیر پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اپنا وسیع حلقہ عقیدت پیدا کیا اور ان کے اس عظیم حلقہ ارادت نے تحریک پاکستان کے دوران حضرت قائد اعظم (علیہ الرحمۃ) کی بھرپور امداد کی۔“ (ایضاً ۱۹۸۸ء مطبوعہ کراچی ص

(۱۲۷)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب (گولڈ میڈلسٹ)

”اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمۃ) کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اس وقت جبکہ ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کا نعرہ اپنے عروج پر تھا، کفار و مشرکین کو منبر رسول پر بٹھا کر اس (منبر) کی توہین کی جا رہی تھی اس وقت صرف اور صرف اعلیٰ حضرت (علیہ الرحمۃ) ہی کی شخصیت تھی، جنہوں نے سیاسی طور پر دو قومی نظریہ پیش فرمایا۔“ (سالنامہ معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء مطبوعہ کراچی ص ۱۷۳)

سید سردار حسین بی اے، ایل ایل بی (مدیر ہفت روزہ فلک سیر، قندیل، مدین، سوات)

”آپ علوم کے اسرار و رموز جاننے کے ساتھ ساتھ سیاسی سوجھ بوجھ کے لحاظ سے بھی میجائے قوم تھے، وہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ

ہندو اور مسلمان ایک قوم ہوں۔ سو آپ آگے بڑھے اور دو قومی نظریے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں خاص و عام کے سامنے پیش کیا، پہلے قائد اعظم اور علامہ اقبال بھی ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے لیکن بعد میں اس انداز فکر میں تبدیلی آگئی تو ۱۹۴۰ء میں قرارداد لاہور میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کر دیا جس نے ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک مسلمانوں کو بیدار کیا اور یوں امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا مشن پورا ہو گیا۔“ (سالنامہ معارف رضا، شمارہ دہم ۱۹۹۰ء مطبوعہ کراچی ص ۱۲۰) ء

### پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

”امام احمد رضا (علیہ الرحمۃ) اور ان کے معتقدین نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ ہمیشہ صفحہ قرطاس پر ثبت رہیں گی۔ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۷ء ص ۲۷)۔

### ڈاکٹر جمیل جالبی (صدر نشین مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد)

”اپنی سیاسی بصیرت کے پیش نظر وہ (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے، ان کا کہنا تھا کہ معاملات روزمرہ کے لین دین اور تعلقات و مراسم کی بات مختلف ہے لیکن دو قوموں کے اتحاد یعنی ہندو مسلم اتحاد کی بات بالکل علیحدہ اور مختلف ہے، اپنی ایک عربی تصنیف میں انہوں نے صراحت سے بتایا کہ ترک موالات کے ساتھ ساتھ جو ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگایا جا رہا تھا وہ غیر شرعی ہے۔ اگرچہ مولانا قیام



پاکستان تک زندہ نہ رہے لیکن اپنی تحریروں اور تبلیغ سے قیام پاکستان کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہزاروں علماء کی ایک ٹیم ضرور تیار کر گئے۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۷ء ص ۴۳۔)

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی  
(صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد)

”دو قومی نظریے کے فروغ کے لئے فاضل بریلوی (علیہ الرحمۃ) کی محنت جلد رنگ لائی اور حصول وطن کے لئے عملی جدوجہد کا آغاز ہوا“ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے کرام نے انگریز اور ہندو کی مشترکہ سازش کو بے نقاب کیا، یہی وجہ تھی کہ تحریک پاکستان کا عملی دور شروع ہوا تو فاضل بریلوی (علیہ الرحمۃ) کے متوسلین نے اس میں بھرپور کردار انجام دیا۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۹ء ص ۳۸۔)

ڈاکٹر محمد فاروق ستار (میر بلدیہ اعظمی کراچی)

”میرے خیال میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے رسالت ماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس کے ادب و آداب مسلمانوں کو اپنے علم و عمل سے تعلیم فرمائے، انہوں نے اپنی ساری زندگی اتباع سنت اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بسر کی۔ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ روشن کئے، یہ اسی چراغ مصطفویٰ کا فیض تھا کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان، ہندوؤں، انگریزوں

اور منافقوں کی باطل قوتوں کے آگے استقامت و استقلال کا پہاڑ بن کر  
 ڈٹ گئے اور پاکستان کے حصول کی جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔“  
 (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۹ء ص ۱۸۔)

جناب و سیم سجاد صاحب (سابق صدر پاکستان)

”موجودہ صدی کے اوائل میں اغیار کی سازشوں، سامراجی قوتوں  
 کی ریشہ دوانیوں اور فکری زیوں حالی نے عالم اسلام کو لاتعداد خطرات  
 سے دوچار کر رکھا تھا، ایسے میں مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے برصغیر کے  
 سیاسی افق پر اگر صبح امید کی کرنیں پھونٹتی نظر آتی ہیں تو اسلام دشمنی  
 اور الحاد کے طوفانوں میں مذہبی اور روحانی انوار کے ساتھ اعلیٰ حضرت  
 (علیہ الرحمۃ) کی عظیم ذات روشنی کے ایک مینار کی صورت میں سامنے  
 آتی ہے۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۱ء، انٹرنیشنل ص ۱۵۔)

جناب نعیم الدین صاحب

چیف جسٹس گل محمد خان (جج سپریم کورٹ پاکستان)

”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی (علیہ الرحمۃ) کا ایک  
 نمایاں کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی عشق رسول صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بسر کی اور کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں  
 ”ت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا کی، جس کی بدولت برصغیر  
 اک و ہند کے مسلمانوں نے باطل قوتوں کا استقامت و استقلال کے ساتھ  
 مقابلہ کر کے تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔“ (سالانہ مجلہ امام

احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۱ء، انٹرنیشنل، ص ۱۶)

جناب فخر امام صاحب (سابق وفاقی وزیر تعلیم)

”امام احمد رضا خان بریلوی (علیہ الرحمۃ) اپنی انفرادی خصوصیات کی بناء پر تمام علمی و ادبی حلقوں میں بے حد عقیدت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ نے دو قوی نظریے کی تائید کی اور تحریک پاکستان کے لئے راستہ ہموار کیا۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ص ۱۷)

سید ارتفاق علی (شیخ الجامعہ کراچی یونیورسٹی کراچی)

”وہ اپنے عہد کی اسلامی تحریکوں میں شامل رہے اور تقویٰ کی بنیاد پر تعاون کیا یا اگر اپنی بصیرت کے مطابق دوسروں کو غلطی میں مبتلا پایا تو اسے الگ کر لیا، مسلم قومیت کے شعور کے عام کرنے اور اسے پختہ کرنے میں ان کی ذات کا بڑا حصہ ہے اور ان کے افکار یقیناً پاکستان کی بنیاد میں شامل ہیں۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ص ۲۰)

ڈاکٹر امتیاز احمد (ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سنٹر جامعہ کراچی)

”۱۸۵۶ء کے بعد بلاشبہ امام احمد رضا البریلوی (علیہ الرحمۃ) ہی کی ایک ناہفتہ روزگار شخصیت نظر آتی ہے جس نے مسلمانان ہند کے دینی و سیاسی و تعلیمی و اصلاحی مسائل کے حل کے لئے عملی اقدامات کئے اور انہیں ایک بندہ مومن کی طرح زندگی گزارنے کا سلیقہ بتایا۔“ (سالانہ مجلہ

امام احمد رضا کانفرنس (ص ۲۴)

## چیف جسٹس (ریٹائرڈ) محمد حلیم صاحب

”پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ ہے، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی بصیرت نے اس وقت مسلمانان پاک و ہند کو آشنا کیا جب بہت سے معتد اور معتبر مسلمان لیڈر اور علماء گاندھی اور کانگریس کے پرفریب نعروں میں بہہ رہے تھے۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۰ء (انٹرنیشنل) ص ۵۱۔)

## خان بہادر خان (سابق وفاقی وزیر)

”حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ بلاشبہ دنیائے اسلام کے وہ عظیم دانائے راز تھے جنہوں نے نہ صرف ایک عالم باعمل کی حیثیت سے مسلمانوں کی معاشیات و معیشت کا قبلہ راست کرنے کے لئے قابل قدر کوششیں کیں بلکہ ان کی سیاسیات کو بھی درست منہاج پر چلایا، انہوں نے مسلمانان برصغیر کے دلوں کو جذبہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نوازا اور اتحاد بین المسلمین کا درس دیا۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ص ۲۰۔)

## پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری

”ان کی (امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی) سیاسی بصیرت بھی اپنے ہم عصر سیاسی مفکرین سے کسی طرح کم نہ تھی بلکہ ان کے شعور سیاسی کو تاریخ ساز کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے اور ان کے تلامذہ نے دو

قومی نظریے کی تائید کی اور قیام پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔“  
(سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ص ۲۱۔)

میر نواز خان مروت (سابق وفاقی وزیر)

”راہنمائے ملت کی حیثیت سے آپ نے قوم کی سیاسی، سماجی، اقتصادی، معاشی اور دینی غرض، زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فرمائی۔ مولانا احمد رضا (علیہ الرحمۃ) نے مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی کی طرف بھی خاص توجہ دی اور اس مقصد کیلئے ۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے رسالہ فلاح و نجات اصلاح جاری کیا، جس میں مسلمانوں کیلئے ایک مکمل معاشی ضابطہ پیش کیا۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۷۶ء ص ۱۳)

سید غوث علی شاہ (سابق وزیر اعلیٰ سندھ)

”مجھے یہ کہنے میں کو باک نہیں ہے کہ وہ ”دو قومی نظریہ“ کے جس کی بنیاد پر مملکت خداداد پاکستان کا حصول ممکن ہوا، سب سے پہلے داعی تھے، قائد اعظم (علیہ الرحمۃ) کی راہنمائی میں مسلم لیگ کی تحریک پر قیام پاکستان کو سب سے زیادہ تقویت امام احمد رضا (علیہ الرحمۃ) اور ان کے معتقدین علماء و مشائخ اور عوام کے بے لوث اور بھرپور تعاون سے پہنچی ہے جس کا اعتراف تاریخ پاکستان کے اوراق کرتے ہیں۔“ (سالانہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ص ۱۰)

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

”جب گاندھی نے انگریزوں کے خلاف تحریک ترک موالات



شروع کی اور مسلمانوں کو یہ کہہ کر اس میں شمولیت کی دعوت دی کہ ہندوستان میں بسنے والے ہندو، مسلمان ایک قوم ہیں اور انہیں متحد ہو کر انگریزوں کے خلاف تحریک چلانی چاہئے اس دعوت کے مضمرات مسلمانوں کے حق میں جتنے خطرناک تھے، بعد کے تجربات نے خود انہیں آشکار کر دیا، اس خطرے کی طرف سب سے پہلے جس شخص نے نشاندہی کی، وہ مولانا احمد رضا خان بریلوی (علیہ الرحمۃ) تھے۔ یہ انتباہ گویا اس دو قومی نظریے کا اعلان تھا جس کی بنیاد پر آگے چل کر پاکستان بنا۔“ (ماہنامہ فکر و نظر، اسلام آباد جولائی ۱۹۷۱ء ص ۷۹، ۸۰)

### حافظ بشیر احمد غازی آبادی

”خلاصہ یہ کہ مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب (علیہ الرحمۃ) بھی انہی بزرگوں میں سرفہرست ہیں جنہوں نے ہندو سے اشتراک کو مسلمانوں کے لئے مہلک قرار دیا اور ان لوگوں کی کھلی مخالفت کی جو ”ہندو مسلم“ بھائی بھائی کے نعرے لگاتے تھے لیکن یہ خیال رہے کہ یہ اختلاف ہرگز ذاتی نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے مطابق تھا۔“ (محمد مرید احمد چشتی، مولانا جہان رضا مطبوعہ لاہور ۱۳۰۱ھ ص ۱۹۸۔)

### جناب شوکت صدیقی صاحب

”بریلویوں کے راہنما مولانا احمد رضا (علیہ الرحمۃ) کے فرزند اور ان کے جانشین مولانا مصطفیٰ رضا خان (علیہ الرحمۃ) نے ہمیشہ ”تحریک پاکستان“ کی حمایت و تائید میں منعقد ہونے والی ”آل انڈیا سنی

کانفرنس" میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔" (سالانہ مجلہ امام احمد رضا  
کانفرنس ص ۲۱۵۔)

## پروفیسر کرم حیدری

"حضرت امام احمد رضا (علیہ الرحمۃ) نے بعض سیاسی فیصلے بھی ایسے کئے ہیں جن میں بصیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی راہنمائی کی، ان میں ایک فیصلہ تحریک ترک موالات کے بارے میں تھا، چونکہ اس تحریک کے راہنما ہندو لیڈر تھے، لہذا ۱۹۲۰ء میں انہوں نے ایک رسالہ تحریر کیا جس میں کفار و مشرکین سے اختلاط اور ان کے ساتھ سیاسی اتحاد کے خطرناک نتائج بیان ہے۔" (سالانہ معارف رضا ۱۹۸۵ء ص

(۹۶)

بخوف طوالت ان ہی تاثرات پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ اس قسم کے تاثرات پر بھی ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے کیونکہ اب کافی حد تک حقائق و شواہد سامنے آچکے ہیں.....

"گویا دبستان کھل گیا"

آخر میں فقیر سراپا تقصیر، مورخین کی خدمت میں نہایت ہی دردمندانہ گزارش کرتا ہے کہ وہ جھوٹ، بخل اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر دیانتداری سے دو قوی نظریہ اور تحریک پاکستان پر تحقیقی کام کریں اور اپنی عاقبت سنواریں۔

علماء و مشائخ اہلسنت کی خدمت میں بھی عرض کروں گا کہ وہ اپنے فرائض احسن طریقے سے انجام دیں۔ ہمارے اکابرین نے "پاکستان"

اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا مگر طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی  
نفاذ نظام مصطفیٰ کے کوئی آثار نظر نہیں آتے، اکابرین نے تو آپ کو  
پاکستان بنا کر دے دیا۔ آپ سب مل کر نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ وسلم بھی نافذ نہیں کر سکتے خدا را آگے بڑھیں۔

”نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری“

امید واثق ہے علماء و مشائخ وقت کی نزاکت کے پیش نظر ”آل  
انڈیا سنی کانفرنس“ کی یاد تازہ کریں گے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

# قطعہ تاریخ تکمیل

تحریک پاکستان اور امام احمد رضا

جناب طارق سلطانپوری

”ارمغان بصیرت“ ۱۹۹۲ء

قابل تحسین ہے یہ کاوش صابر حسین  
ہے خالق کا خزینہ یہ کتاب آگہی

صورت احوال مستقبل پہ تھی کس کی نظر  
شخصیت کس عبقری کی مرکز ملت رہی

”متحدہ قوم“ کا کس نے بکھیرا تار و پود  
کس نے رکھی نشت اول قعر پاکستان کی

کس نے سمجھایا کہ ہندو دشمن اسلام ہے  
ہے مسلمان کا زیاں ہندو سے اسکی دوستی

ان بتوں کے پوجنے والوں کو ہے اپنا مفاد  
ان کے ہر اقدام کا مقصد ہے اپنی بہتری

ملت واحد ہے کفر اہل حرم کے سامنے  
ان سے اے اہل حرم غافل نہ تم ہونا  
کبھی

ہے مویہ وقت اس کی سوچ کے اثبات کا  
ہے مصدق اس کے فرمودات کی تاریخ

مسلم و ہندو ہیں وہ قومیں، نہیں ہے ایک  
قوم

عمر بھر کہتا رہا وہ محرم راز خودی  
سرزمین ہند میں، وہ مرد حق کوشاں رہا  
سر بلند ہو کر رہے قوم رسول ہاشمی

دشمنان دین و ملت سے رہا وقف جہاد  
ہینگم اسلام تھا وہ مرد میدان وہ جری  
پیش باطل وہ دفاع حق کا تھا حصن حصین  
اک مجاہد کی طرح اس نے گزاری زندگی

عزم و ہمت کا جنہوں نے اس سے سیکھا  
تھا چلن

وہ رہے آمادۂ پیکار اس کے بعد بھی  
اس کے شاگردوں، مریدوں نے کیا ایسا  
دفاع

ہو گئیں ناکام ساری کوششیں اغیار کی

ان جگرداروں، وقا کیموں کی شرکت کے

بغیر  
اتنی طوفان خیز کب تحریک پاکستان تھی

حضرت احمد رضا خان اور ان کے نائبین  
اس خداداد ارض رعنا کے ہیں محسن  
واقعی



اہلسنت ہیں حقیقی بانیان ارض پاک

بدعی ہیں اس سعادت کے اگرچہ اور بھی

بالیقین فاضل مصنف کی یہ پرماہ کتاب

قدر افزائی کے قابل ہے یہ انداز جلی

یہ میرے رشحات خامہ ہے میری تحسین و

دار

واجبی سی ہے میرے طرز بیان کی دل کشی

اس کے پائے کے مطابق ہو رقم تاریخ طبع

میں رہا ناکام گرچہ کوشش بسیار کی

میں توجہ کا ہوا طالب سروش غیب سے

بڑھ گئی جب حد سے میری فکر کی واماندگی

اس کرم فرمائے دیرینہ نے طارق بے

درنگ

مہربانی مجھ پر کی از روئے بندہ پروری

کہہ دے ”دو قومی نظریہ کامیابی“ سال

طبع

ہے پذیرائی کے قابل یہ کتاب آگہی

طارق سلطان پوری

۲۰ جولائی ۱۹۹۳ء

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ  
وسلم کے حاکم و مختار اور صاحب تصرف ہونے  
کے ثبوت میں دلائل و براہین کا عظیم خزانہ

# مالک مختاری

تصنیف

امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ

ملنے کا پتہ

رضادار الاشاعت ۲۵۰۰ شہر و دلاہو

پاکستان فون ۶۵۰۴۴۰



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قرآن و حدیث سے

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ  
وسلم کے حاکم و مختار اور صاحب تصرف ہونے  
کے ثبوت میں دلائل و براہین کا عظیم خزانہ

صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

# ماک و مختاری

تصنیف

امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ

ملنے کا پتہ

رضا دارالاشاعت ۲۵ زنجیر و ڈلاہو

ایکٹان فون ۶۵۰۴۴۰